العصيدة الشافية

لقارئ

القصيدة الغوثية

مولانا محمد اعظم نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ

ادارہ معارفِ نوشاہیہ اعظمیہ مریدکے

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ھم یحزنون

العقیدۃ الیوسفیہ

لِفکّ

القصیدۃ الغوثیہ

یعنی اردو شرح قصیدہ غوثیہ

جسکو خاکسار ذرہ بمقدار اپنے گناہوں سے شرمسار خدا کی رحمت کے امیدوار۔ بندہ محمد اعظم بن محمد یار ساکن میروال نے بوفور خواہش طالبان جناب قادریہ لکھا۔

محمد یعقوب خاں سہروردی

آپ سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ میں حضرت سید فقیر اللہ شاہ بادشاہ مشہدی رضوی رحمہ اللہ کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر خلافتِ سلسلہ قادریہ نوشاہیہ سے مفتخر و ممتاز ہوئے۔

آپ نے علومِ قرآن پاک، احادیث شریفہ اور فقہ کی تحصیل اپنے والد محترم حضرت مولانا محمد یار رحمۃ اللہ علیہ سے کی تھی۔ فارسی زبان کی تعلیم چودھری شہباز خاں مصنف "وقائع پنوں" سے حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیمی تجربہ کے لئے قصبہ فتح گڑھ چوڑیاں (ضلع گورداسپور) اور امرتسر کے مدارس میں بھی کچھ وقت گزارا۔ مولوی دوست محمد ہاشمی قریشی فتح گڑھی سے طب اور علمِ ادب میں بہرہ وافر پایا۔

علوم مروجہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ نے کچھ عرصہ کے لئے لدھیانہ میں محکمہ مال میں ملازمت بھی کی۔ لیکن ان جملہ امور پر مستزاد آپ کے کمالِ معرفت اور تبحر علمی کا راز آپ کے پیرو مرشد حضرت قبلہ شاہ صاحب کی نظرِ عنایت تھی جو ہر دم آپ کے شامل حال رہی۔ حضرت باباجی نے بھی ہر طرف سے علاقہ توڑ کر دامنِ مرشد کو مضبوطی سے تھام لیا تھا اور ہمہ وقت خدمت گزاری کے لئے مرشدِ ارشد کے درِ دولت پر ڈیرہ جما لیا تھا چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں مرشد کامل کے فیضانِ نظر سے آپ کو کمال معرفت الٰہیہ حاصل ہو گیا اور قبلہ شاہ صاحب نے اس مردِ باصفا کو اپنے دستِ مبارک سے خلعتِ خلافت مرحمت فرما کر سلسلۂ قادریہ نوشاہیہ کے مشائخِ عظام میں شامل فرما دیا۔ مگر حضرت باباجی کو اپنے پیر روشن ضمیر سے ایسا عشق تھا کہ صاحب ارشاد ہو جانے کے بعد بھی جبتک حضرت قبلہ شاہ صاحب اس دنیا میں جلوہ افروز رہے۔ آپ نے اکثر اوقات درِ مرشد پر گزارے۔ حضرت باباجی قبلہ کے مریدین اور متوسلین کا سلسلہ ہزاروں سے متجاوز ہے اور آپ کے خلفاء کرام کی تعداد ۱۲ یا ۱۳ ہے۔ حضرت بابو محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ (مدفون مردانہ) آپ کے جلیل القدر خلیفہ تھے اور احقر راقم الحروف کے والد ماجد حضرت حاجی حسین بخش (المتولد ۱۳۰۴ھ المتوفی ۱۳۹۰ھ) بھی آپ کے مقتدر خلفاء میں شامل ہیں۔

حضرت قبلہ باباجی مولانا محمد اعظم قادری نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ علوم کا ایک بحرِ ذخار تھے۔ پیش نظر رسالہ العقیدۃ الیوسفیہ القادری العقیدۃ الغوثیہ کے علاوہ آپ نے اور بھی متعدد تصانیف مطبوعہ و غیر مطبوعہ بطور یادگار چھوڑی ہیں۔

محمد لطیف زار قادری نوشاہی۔ لاہور

تاریخ طباعت بار دوم

العصیدۃ الیوسفیہ لقاری القصیدۃ الغوثیۃ

از نتیجۂ فکر: سیّد شریف احمد شرافت نوشاہی سجادہ نشین ساہنپال شریف

شرحِ والا قصیدۂ غوثیہ — بحرِ عرفان و عشقِ حق موّاج

ہمہ اقوالِ پاک حضرتِ غوث — سالکانِ طریق راچو سراج

از نوالِ محمّد اعظم رح — عاشقِ سُنّتِ شہِ معراج

سعی بنمود قاری اسلم — آنکہ مردیست شرع را منہاج

چوں شرافت زسالِ طبعش جست

ہاتفش گفت: فیضِ صاحبِ تاج

۱۳۹۵ھ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سَقَانِی الْحُبُّ کَاسَاتِ الْوِصَالِ صفحہ ١٩

فَقُلْتُ لِخَمْرَتِیْ نَحْوِیْ تَعَالِیْ

سَعَتْ وَمَشَتْ لِنَحْوِیْ فِیْ کُؤُوْسٍ ٢٦

فَهِمْتُ بِسُکْرَتِیْ بَیْنَ الْمَوَالِیْ

وَقُلْتُ لِسَائِرِ الْاَقْطَابِ لُمُّوْا ٣٠

بِحَالِیْ وَادْخُلُوْا اَنْتُمْ رِجَالِیْ

وَهُمُّوْا وَاشْرَبُوْا اَنْتُمْ جُنُوْدِیْ ٣٢

فَسَاقِی الْقَوْمِ بِالْوَافِیْ مَلَالِیْ

۳۳ شَرِبْتُمْ فُضْلَتِيْ مِنْ بَعْدِ سُكْرِيْ
وَلَا نِلْتُمْ عُلُوِّيْ وَاتِّصَالِيْ

۳۴ مَقَامُكُمُ الْعُلٰى جَمْعًا وَّلٰكِنْ
مَقَامِيْ فَوْقَكُمْ مَازَالَ عَالِيْ

۳۶ اَنَا فِيْ حَضْرَةِ التَّقْرِيْبِ وَحْدِيْ
يُصَرِّفُنِيْ وَحَسْبِيْ ذُوالْجَلَالِ

۳۵ اَنَا الْبَازِيُّ اَشْهَبُ كُلِّ شَيْخٍ
وَمَنْ ذَا فِي الرِّجَالِ اُعْطِيْ مِثَالِيْ

۳۶ كَسَانِيْ خِلْعَةً بِطِرَازِ عَزْمٍ
وَتَوَّجَنِيْ بِتِيْجَانِ الْكَمَالِ

٥٠ وأطلعني على سرٍّ قديمٍ
وقلّدني وأعطاني سؤالي

٥١ وولّاني على الأقطاب جمعاً
فحكمي نافذٌ في كلّ حالِ

٥٢ فلو ألقيت سرّي في بحارٍ
لصار الكلّ غوراً في الزّوالِ

٥٣ ولو ألقيت سرّي في جبالٍ
لدكّت واختفت بين الرّمالِ

٥٤ ولو ألقيت سرّي فوق نارٍ
لخمدت وانطفت من سرّ حالي

٦٠ وَلَوْ اَلْقَيْتُ سِرِّیْ فَوْقَ مَيْتٍ
لَقَامَ بِقُدْرَةِ الْمَوْلٰی تَعَالِیْ

٦٣ وَمَا مِنْهَا شُهُوْرٌ اَوْ دُهُوْرٌ
تَمُرُّ وَتَنْقَضِیْ اِلَّا اَتَا لِیْ

٦٣ وَتُخْبِرُنِیْ بِمَا يَأْتِیْ وَيَجْرِیْ
وَتُعْلِمُنِیْ فَاَقْصِرْ عَنْ جِدَالِیْ

٦٤ مُرِيْدِیْ هِمْ وَطِبْ وَاشْطَحْ وَغَنِّ
وَافْعَلْ مَا تَشَآءُ فَالْاِسْمُ عَالِ

٧١ مُرِيْدِیْ لَا تَخَفْ وَاشٍ فَاِنِّیْ
عَزُوْمٌ قَاتِلٌ عِنْدَ الْقِتَالِ

مُرِيدِي لَا تَخَفْ اَللّٰهُ رَبِّي ٧٨
عَطَانِي رِفْعَةً نِلْتُ الْمُنَالِي

طُبُولِي فِي السَّمَا وَالْاَرْضِ دُقَّتْ ٨٠
وَشَاؤُسُ السَّعَادَةِ قَدْ بَدَا لِي

بِلَادُ اللّٰهِ مُلْكِي تَحْتَ حُكْمِي ٨١
وَوَقْتِي قَبْلَ قَلْبِي قَدْ صَفَا لِي

نَظَرْتُ اِلٰى بِلَادِ اللّٰهِ جَمْعًا ٨٢
كَخَرْدَلَةٍ عَلٰى حُكْمِ اتِّصَالِ

وَكُلُّ وَلِيٍّ لَهٗ قَدَمٌ وَاِنِّي ٨٦
عَلٰى قَدَمِ النَّبِيِّ بَدْرِ الْكَمَالِ

دَرَسْتُ الْعِلْمَ حَتّٰى صِرْتُ قُطْبًا
وَنِلْتُ السَّعْدَ مِنْ مَوْلَى الْمَوَالِي

رِجَالِي فِي هَوَاجِرِهِمْ صِيَامٌ
وَفِي ظُلَمِ اللَّيَالِي كَاللَّآلِي

اَنَا الْحَسَنِيُّ وَالْمَخْدَعُ مُقَامِي
وَاَقْدَامِي عَلٰى عُنُقِ الرِّجَالِ

اَنَا الْجِيلِيُّ مُحْيِي الدِّيْنِ اِسْمِي
وَاَعْلَامِي عَلٰى رَاْسِ الْجِبَالِ

وَعَبْدُ الْقَادِرِ الْمَشْهُوْرُ اِسْمِي
وَجَدِّي صَاحِبُ الْعَيْنِ الْكَمَالِ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آجتک سنتے آئے ہیں کہ قصیدۂ غوثیہ قضائے حاجات کے لئے بہت بڑا اثر رکھتا ہے۔ خیر یہ تو ہوگا یا نہ۔ اِتنا تو ہے۔ کہ اگر اس کے اصطلاحوں کی واقفیت ہو جائے۔ تو اسکے معانی کی سمجھ پانے سے خدا کی محبت کا ایک ایسا سبق حاصل ہوتا ہے۔ کہ کبھی بھولتا نہیں۔ پتہ لگ جاتا ہے۔ کہ محبتِ الٰہی کیا ہے۔ اور اُس کا نتیجہ کیا۔ محب اور محبوب کے درمیان کیسا واسطہ ہے۔ محب محبوب سے واصل ہو کر کیا پاتا ہے۔ اور ونکو اپنے راستہ پر چلانے کے لئے کیسے بلاتا ہے گویا ظاہری و باطنی اخلاق کا ایک قبالہ اور حقائق و عرفان کا ایک رسالہ ہے۔ اصطلاحی لفظوں میں اظہارِ محبت۔ عاشقانہ لہجہ میں واعظانہ نصیحت۔ عشق میں وعظ۔ حسن میں عصمت۔

قصیدہ میں کچھ تو اثر جمالی ہے اور کچھ جلالی۔ اِس لئے اسکے پڑھنے والے کی طبیعت میں دونو اثر پیدا ہو جاتے ہیں۔ مگر بمقتضائے طبیعت و مزاج خوانندہ ایک اثر دوسرے پر غالب آجاتا ہے۔ یا تو وہ ایسا بردبار کہ کوئی کتنی ہی زیادتی کرے۔ ذرّہ بھر ملال نہ آئے۔ یا یہ کہ شیروں شاہوں کو چڑی کے لئے باز کی نظر دیکھے۔

کسی پر اعتراض کرنا اور صحیح کو غلط کہدینا تو بڑی بات نہیں۔ (جوانمردی یہ ہے کہ صحیح کو صحیح کہے) البتہ احقاقِ حق کے لئے دل سرد سے کسی کی غلطی کا اظہار بجا ہے۔ میدانِ انکار بہت فراخ ہے۔ اور دائرۂ اقرار نہایت تنگ۔ بعضوں کو تو بجا ہو یا بیجا اعتراض کا شوق ہوتا ہے۔

۱ - اپنی کم فہمی کے سبب سے ۲ - خود پرستی کی وجہ سے - وُہ اظہارِ حق کے لئے نہیں بلکہ الزام کے لئے کرتے ہیں - اُن کا مدعا بنا برِ حسدِ شہرت و قبولیت ہے ۔ **فرد ۵**

این سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ ۰

۳ - ایک اور انکار بھی ہے - جو اپنے خلافِ اعتقاد ہو - اُسکو نہیں مانتے - یا اِس اصرار کا آدمی ہے - کہ لاکھ سمجھاؤ - نظیریں دکھاؤ - قرآن نکالو - حدیث سناؤ - پر وہ سر پھیرے جاتا ہے - اور ایک بھی نہیں مانتا -

قصیدہ غوثیہ میں کوئی بُری بات درج نہیں - شرک باللہ - یا ترکِ سُنّت - یا امر بارتکابِ کبائر - زنا - چوری - شراب خوری - جھوٹ وغیرہ کا اس میں کوئی حکم نہیں ہے تو اظہارِ عشق و محبتِ الٰہی - پھر اُس کے نتائج اور اقرار بنعمائے ربانی و عطایائے سبحانی یعنی سلسلہ کلام میں پہلے محبت و عشق اور حصولِ قرب و وصولِ الی اللہ کا اظہار ہے - پھر بطریقِ شفقت و مرحمت اپنے ساتھ اوروں کو شامل کرنے کا اصرار - پھر واصل باللہ کو مظہرِ قوتِ فعالی ہونے کا اقرار - پھر اُس کے اسبابِ وصول کا احصار - سوائے اسکے اور کوئی خودی یا ذاتی کمال کی بات نہیں - پر وہ سیاہ دل کورِ باطن اپنے اعتقادِ بے بنیاد کے پکے معتقد اُسے ہاتھ لگانا گوارا نہیں کرتے - قصیدہ کو اس نظر سے دیکھتے ہیں جس نظر سے کہ چکڑالوی جامعِ بخاری کو - نجدی ہدایہ کو -

یہ بھی معلوم نہیں کہ اِس میں اُغلاطِ نحوی اور نقائصِ عروضی کہاں ہیں - حالانکہ اِس کے پڑھنے پڑھانے والے بڑے بڑے عالم فاضل صرفی نحوی - شاعر اور محدث و فقیہ گذرے ہیں - اور اب بھی اسکے معتقد باین صفت موصوف ہزاروں لاکھوں موجود ہیں -

گذشتہ صدی کے آغاز میں جناب غفران مآب حضرت فاضل شاہ صاحب بٹالوی رحمۃ اللہ

علیہ نے جو جامع شریعت و طریقت عالم بے بدل تھے۔ اسکی شرح کی ہے۔ اور ہر حرف کے لیئے ایسے ایسے نحوی نکات۔ اور حقیقت و معرفت کے اشارات بیان کئے ہیں کہ عقل حیران رہجاتی ہے۔ اُسی زمانہ کے آگے پیچھے حضرت علامۃ الدہر حاوی فروع و اصول مولی مولانا غلام رسول صاحب قدس سرہ ساکن ٹانڈا ضلع ہوشیار پور نے قصیدہ شریفہ کی ایک بہت عمدہ شرح لکھی ہے۔ جو باریک قلم کی لکھی ہوئی گلستاں کے حجم کی ہے۔ اس میں آپ نے مضامین کی ترتیب اور مقامات کا ذکر۔ اور تشریح احوال بحسب اصطلاح صوفیئہ کرام بہ بسط تمام کی ہے۔

موجودہ زمانہ میں قصیدہ شریفہ کی ایک شرح جناب مولوی فاضل ابوالبرکات عبدالمالک صاحب مشیر مال ریاست بہاولپور نے لکھی ہے۔ جو بس غنیمت ہے۔ تحقیقِ الفاظ و معانی کی خوب داد دی ہے۔ صرفی نحوی۔ عروضی۔ قرأتی اعتراضوں کو بدلایلِ عقلی و نقلی اس خوبی سے اُٹھایا ہے۔ کہ اگر ترکِ اَدَبِ اسلاف مانع نہ ہوتا۔ تو مَیں کہدیتا کہ مذاقِ زمانہ کے مطابق یہ شرح سب سے اچھی ہے۔ فاضل علامہ نے نہایت خلوص و اعتقاد۔ محبت و وداد سے قلم اُٹھا کر علمی شجاعت۔ اور علمی حمایت کا وہ اثر دکھایا ہے۔ جو اس کلام اور متکلم کے شایانِ شان ہے۔ جزاہ اللہ و ابقاہ۔

بعض دیگر فضلاء نے بھی اپنی اپنی ارادت و لیاقت سے قصیدہ کی اچھی اچھی شرحیں لکھی ہیں۔ اور بموجودگی ان شروح کے اگرچہ قصیدہ شریفہ کی اور کسی شرح کی حاجت نہ تھی۔ کیونکہ باتیں سب ہو چکیں۔ اور کچھ کرنے کی باقی نہیں۔ پر حسب طبائع قائلین و سامعین ایک ہی بات یکساں اثر تسلیم پیدا کرنے کے لیئے ایک برابر نہ کہہ سکتے ہیں۔ نہ سُنکر سمجھ سکتے ہیں۔ کسی کو کسی طرز سے کہنا آتا ہے۔ اور کسی کو کسی اور طرز سے۔

اسی طرح کسی کو ایک طرز کا کلام سمجھ میں آتا ہے۔ کسی کو دوسری طرز کا۔ نیز اگر کوئی امیر یا بزرگ پیر پیادہ یا سوار جارہا ہے۔ ممکن ہے کہ اُس کی کوئی چیز راستہ میں گرجائے تو اُس چیز کو اُس کا حاضر باش غلام یا مرید ہی اُٹھا کر پکڑا دے گا۔ یا کوئی جواد آدمی کھانا کھا رہا ہے۔ تو وہ کبھی خوان خالی نہ کردیگا۔ بلکہ اُس کو فضلہ خواروں کی بھی فکر ہے۔ وَلِلْاَرْضِ مِنْ کَاْسِ اُلْکِرَامِ نَصِیْبٌ۔

باوجود کم مایگی و بے بضاعتی میری جرأت کا ایک بہت بڑا سبب یہ ہے۔ کہ کسی مجہول لبتہ علت[1] معلول نے قصیدۂ شریفہ پر یہ سخت اعتراض کیا ہے۔ کہ اس میں جو دعوے اور رجتا ہیں۔ وہ تو جناب فخرِ عالم سرورِ نبی آدم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی نہیں کہیٔ۔

اللہ اکبر! جب کسی کو یہ کہتے ہوئے سُنا جاتا ہے "کہ یہ تو کسی حدیث میں نہیں آیا۔ اور یہ کہیں نہیں لکھا" تو حیرت ہوتی ہے۔ کہ اس کو اپنے اس دعوے کی کچھ خبر نہیں۔ جو فرعون کی انانیت سے بھی کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔ بیخبری اور بے سمجھی سے اور دنکے صیحح کو غلط لیکن اپنے **کسی** اور **کہیں** کے حصرِ معنوی کو کبھی خیال میں نہیں لاتا۔ اِس ایسے شخص نے جسکا سر روئی کا۔ اور پیر لکڑی کے۔ تمام جہان کی کتب حدیث اور روایات کی سیر کرلی ہے ہاں اگر اس طرح کوئی کہے۔ کہ جہانتک مجھے معلوم ہے۔ یہ بات نہیں لکھی دیکھی۔ تو کیا اچھی بات ہے۔ گپ کے گناہ سے بچا۔ اور اگر کسی نے لکھی دکھادی۔ تو آئندہ مرضِ لاعلمی سے شفایاب ہوًا۔

بنابراں مَیں نے شرح قصیدہ طیبہ میں امور ذیل کو ملحوظ رکھا ہے۔

۱۔ سلسلۂ کلام منقطع نہیں ہونے دیا۔ کیونکہ یہ ایک مسلسل کلام ہے۔ اور چونکہ مراتب د

---

[1] علت حرفی ۱۲

منازل سلوک الی اللہ ومقامات کہ جن کو ایک طالبِ حق وصول وقرب کے لئے بتدریج طے کرتا ہے۔ اسی ترتیب پر ہیں۔ جو ابیاتِ قصیدہ میں درج ہیں۔ اسلئے ترجمہ بھی ایسے عجیب ڈھنگ پر کیا ہے۔ کہ اگر کوئی ذکی الطبع ایک بیت کی شرح کو غور وتامل سے دیکھے (کچھ واقف بھی ہو) تو خاتمۂ ترجمہ بیت پر خود بخود اُسکے دل میں آئے گا۔ کہ بلحاظِ سلسلۂ مضمون اس کے آگے یہی بیت آنا چاہیئے تھا۔ جو ہے۔ اور اس سے قصیدہ شریفہ کا وہ اختلاف بھی جاتا رہا۔ جو مطبوعاتِ دیارِ مختلفہ میں بیتوں کے پس وپیش ہونیکا پایا جاتا ہے۔

۲۔ ہر ایک فقرہ کی تشریح کیگئی۔ اور ہر ایک لفظ کے معنے لغوی۔ اور اگر وہ موقع پر معنے مجازی یا اصطلاحی سے مستعمل ہے۔ تو تصریح کر دیگئی۔

۳۔ حتے الوسع آپ کے اُن فقرات کو جن کو معترض نے دعاوی (.......) ٹھہرایا ہے۔ فقراتِ حدیث سے لفظاً ومعنےً اور آثارِ صحابہ وسلفِ صالحین سے نقلاً صحیحاً مطابق کر دکھایا ہے۔ قول بہ قول۔ عَمَل بہ عَمَل۔ فایاک والجدل

جو بزرگ حضرتِ جناب قطب الاقطاب محبوبِ سبحانی مطلوبِ ربانی سیدنا عبد القادر جیلانی غوث الثقلین کے خطاب شربتو فضلتی من بعد سکری کے مخاطب اور فضلہ خوار ہیں۔ اور جنہوں نے تمنائے قلبی پورا کرنے کے لئے شرحاً وبسطاً آپ کے کلام عرفانِ اعلام کے مزے چکھے۔ اور اوروں کو چکھائے۔ اور جناب عالی کے مئے محبت کے جام بھر بھر پیئے۔ اور پلائے اُن سے جو رہا انہوں نے اراد تاً اپنی مہربانی سے چھوڑ دیا۔ سو مَیں نے اُن کی فضلہ خواری اور جرعہ نوشی کو حصولِ تمنا کا ذریعہ سمجھا۔ مَیں اگرچہ دست بدست بحرِ عشق کے ساحل نشینوں کے جام فیض سے قطرہ نوش ہوں۔ لیکن جنابِ قادریہ کے الطافِ کریمانہ کا اُمیدوار ہوں۔ کہ ہر چند مَیں لائق نہیں۔ پر بمفوائے حدیث قدسی اِنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَشْقَى جَلِيْسُهُمْ اُنکے ساتھ

مجھے بھی شرفِ باریابی عطا فرمایا جاوے۔

الحمد للہ کہ اس خیال پر میں نے بھی اپنی سمجھ کے مطابق یہ چند حروف شرح قصیدہ طلیبہ میں لکھکر اپنے ہم مشربوں کی خدمتگذاری کا فخر حاصل کر لیا ہے۔ اور میرے مخلص مخلص **بابو محمد یوسف** مردانوی نے جو محبتِ غوثیہ اور بجا آوری خدمتِ والہانِ جمالِ قدوسیہ میں مجھسے بھی دو قدم آگے ہیں بصرفِ خود اس کو چھپوا کر اپنے دامنِ ارادت کو جناب غوث الثقلین اور آپکے خدام لیے یوم القیام کی خدمتگذاری کی خوشنودی کے پھولوں سے بھر لیا ہے۔ خداوند کریم اپنے پاک بندوں کی برکت سے ہم سب کو جنابِ غوثیہ کی خدمت میں لوائے مصطفویہ کے نیچے محشور کرے۔ آمین بجاہِ محمد و آلہ الطیبین الطاہرین۔

بعض لوگ جب کسی کلام کے معنے نہ سمجھ سکتے ہوں۔ تو وہ اس کے کلام نہ ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اس کا ثبوت مانگتے ہیں۔ ایسے آدمیوں کا کیا کیا جائے۔ ثبوتِ نسبتی دو طرح پر ہے۔

۱۔ کوئی اپنا کلام ہونے کا دعوےٰ کرے۔

۲۔ کئی سو سال سے راسخین اور صادقین بلا خلاف اس کلام کو کسی بزرگ کی طرف منسوب کرتے چلے آئے ہوں۔

فقہ اکبر ابو حنیفہ رح ایک وجہ سے تو آپ کی ثابت نہیں۔ البتہ ایک زمانہ اُنکی طرف منسوب کرتا ہے۔ اگرچہ بعض محققین مخالف ہیں۔

جامع محمد بن اسمٰعیل بخاری رح صرف شہرت کے لحاظ سے بلا خلاف اُنکی تسلیم کیجاتی ہے۔ لیکن دوسرا ثبوت نہیں۔ کیونکہ اُنہوں نے مثلِ دیگر مصنفین اَلَّفْتُ یا صَنَّفْتُ یا اور کچھ ایسا نہیں کہا۔ جامع کے بعض نسخوں کے شروع میں قال الامام الخ لکھا ہے۔ سو یہ اُنکے کسی شاگرد کا لکھا ہوا ہے۔

غنیۃ الطالبین دو نو وجہ سے جناب عالی کا کلام ثابت نہیں۔ کیونکہ نہ اُن کا اپنا دعویٰ ہے نہ اُس کی آپ سے نسبتِ اتفاقی ہے۔ مگر قصیدہ شریفہ کا آپ کا کلام ہونا بہر دو جہ ثابت ہے۔

اپنا دعویٰ۔ فرماتے ہیں۔ ۱ انا الجیلی محی الدین اسمی۔ واعلامی علے راس الجبال + پھر زیادہ توضیح کے لئے۔ انا الحسنی والمخدع مقامی۔ واقدامی علی عنق الرجال۔ پھر اس سے بھی زیادہ تشریح کے لئے۔ وعبد القادر المشہور اسمی۔ وجدی صاحب العین الکمال۔

نسبتِ شہرت" شہرت کی یہ حالت کہ کسی کو بھی مجالِ مخالفت نہیں۔ خدا پرست صاحبانِ کشف والہام۔ واصل باللہ۔ مقربانِ بارگاہِ احدیت۔ اور علمائے محققین۔ آپ کے مرید حلقہ نشین جو سب عالم فاضل۔ عارف محدث فقیہہ۔ اور اولیاء اللہ تھے۔ اور اُن سے فیض لینے والے اور ظاہری باطنی نسبت پانیوالے مثلاً ایک سرے تو علی بن یوسف بن جریر لخمی شطنوفی نور الدین ابو الحسن مصنفِ بہجۃ الاسرار۔ اور وسط میں عارف نامی مولانا عبد الرحمٰن جامی مصنفِ شرح کافیہ مشہور بشرح مُلا۔ اور دوسرے سرے پر حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی جیسے پڑھتے پڑھاتے۔ اور مانتے منواتے چلے آئے ہیں۔ قصیدہ آپ کا قصیدہ ہونا حدِ تواتر و شہرت سے آگے ہے۔ پھر ایسے دعوے اور شہرت نسبت بلاخلاف پر شک ہو۔ تو بہت سی دینی کتابیں جو مصنفوں کی جلالتِ قدر اور وفور مایہ علمی و عملی پر تسلیم کیجاتی ہیں۔ اُن کی طرف نسبت سے گر جائینگی۔ فافہم والنصف والانظابک۔

ناظرین کیخدمت میں التماس ہے۔ کہ جس کتاب سے مینے کچھ نقل کیا ہے۔ اس کتاب کو کھول کر دیکھیں۔ اگر میری نشان دہی پر نہ پائیں۔ تو جو بھی چاہیں مجھے کہیں۔ میں ہر ایک بُرے لفظ کا مستحق ہوں۔ لیکن جب وہاں بعینہ لکھا ہوا نکل آیا۔ تو پھر جو مجھے کہنا تھا۔ وہ اس کتاب کے مصنف کو کہیں۔ اُس کو ماریں۔ کوٹیں۔ گالی نکالیں۔ گذر چکا ہے۔ تو اسکی قبر کھود کر ہڈیوں کو

جلا دیں۔ جس طرح بھی اپنی ناموافقتِ مزاج کا بدلہ لے سکیں لیں۔ البتہ مجھو اتنا کہہ سکتے ہیں۔ کہ نقل صحیح ہے۔ مگر ناقل فقیہہ نہیں۔ سو کہیں۔ بیشک کہیں۔ میرا اس میں فخر ہے۔ ایک فخر نہیں۔ بلکہ ہزار فخر۔ کیونکہ میں تو محمد بن اسمٰعیل بخاری بنگیا۔ چلو یہی سہی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

۱ سَقَانِی الْحُبُّ کَاسَاتِ الْوِصَالِ
فَقُلْتُ لِخَمْرَتِی نَحْوِی تَعَالِی

ہر ایک فرقہ نے کوئی نہ کوئی اپنی اصطلاح مقرر کی ہوتی ہے۔ تاکہ اُنکا غیر مشرب کوئی اُن کی بات کو جسکا چھپانا اپنے غیر سے مناسب سمجھتے ہوں نہ سمجھے۔ وہ غیروں کے ہوتے ایک دوسرے کو اپنی سُجھا لیتے ہیں۔ غیر کو کچھ سمجھ نہیں آتی۔ وہ اپنے مطلب کو ٹھیک کر نیکی جانتے ہیں۔ کسی کے بُرا کہنے یا اور کچھ کرنے کی پرواہ نہیں رکھتے۔ قرآن شریف جو کلامِ الٰہی ہے۔ خدا اور اُس کے پیارے کے درمیان وہی ایک ایسا سلسلہ ہے جس سے محبوب نے محب کی رموز کو سمجھا۔ وہ کچھ تو عام لغوی معنے کے الفاظ میں۔ اور جہاں بات مختص بذاتِ محبوب ہے۔ اور ہر ایک کے سمجھانے کی نہیں۔ مثلاً اسرارِ توحیدی تو وہ اصطلاحی رموز ہیں۔ غرض کہیں حقیقت ہے۔ کہیں مجاز۔ کہیں استعارہ کہیں کنایہ و اشارہ دیکھو آیاتِ متشابہات۔ و حروفِ مقطعات۔

۱؎ یواقیت والجواہر امام عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ عنہ مطبوعہ مصر ۱۳۰۷ھ صفحہ ۱۷۔ جلد ۱۔

اسی طرح صوفیوں نے بھی اپنی اصطلاحیں مقرر کر رکھی ہیں۔ اور اس سے انکا یہ مطلب ہے کہ جوشِ محبت میں مُنہ آئی نکل بھی جائے۔ اور نااہل اس سِر کو نہ پائے۔ نہ بھڑکے نہ بھڑکائے۔ مُنہ سے اسلیئے نکال لیتے ہیں کہ اپنی جماعت یا آنے والے ہم مشربوں کو خاص اصطلاحی پردہ میں یہ سب باتیں جو یا تو طریقِ وصول الے اللہ کی ہیں یا عقائدِ حقیقت ہماری زندگی یا مرنے کے بعد پہونچ جائیں۔

سچ تو یہ ہے کہ بعض باتیں سمجھانے کی نہیں۔ وہ زبان سے بذریعہ کان دوسرے تک نہیں پہنچائی جاتیں۔ بلکہ توجہ خاص اور اثرِ صحبت سے مُتاثر فیض مُوثر سے متاثر ہوکر خود بخود ان کے منشاء کو پالیتا ہے۔ اور اگر بوجہ من الوجوہ کچھ اس کا بیان کرنا بھی ضروری ہے تو ایسی اصطلاحوں میں جنکو مخاطب ہی سمجھتا ہو۔

قصیدہ شریفہ میں بھی یہی طریق مختار ہے۔ حُبّ۔ خمرۃ۔ حال۔ مخدع وغیرہ اصطلاحی لفظ ہیں۔ گو ہر ایک نام بظاہر چند حروف سے مرکب ہے۔ اور وہ مرکب ترکیبی صورت میں بلحاظ معانی مشہورہ عام سامعین کے دل میں رنگِ دیگر لاتا ہے۔ اور کچھ اور ہی خیال پیدا کرتا ہے لیکن اس اصطلاح کے واقفوں سے پوچھو کہ وہ اپنے آپ میں کیسی لذت پاتے ہیں۔ اُن کی حالت ثم تلین جلودھم وقلوبھم الی **ذکر اللہ** کی ہوتی ہے۔ لاموجود الاھو۔ لا مقصود الاھو۔

شرح

حُبّ۔ جبتک ظاہر نہیں تو اُس کا نام حُبّ ہے۔ ظاہر ہو تو عشق ہے۔ اور مقام اُس کا دل کا جوفِ زیریں ہے۔ اس جوف کا نام فواد ہے۔ اس میں جب نورِ حُب بھر

جاتا ہے۔ تو اسقدر وسیع اور روشن ہو جاتا ہے۔ کہ حقائقِ ملکوتی اور اسرارِ لاہوتی اس میں منکشف ہوتے ہیں۔ یہی وہ **فؤاد** ہے جس کا ذکر حق تعالےٰ نے اپنے محب وحبیب کی وصالی کیفیت میں فرمایا ہے۔ ماکذب الفؤاد ما رأی۔ (مطالب وغیرہ)

حُبّ جب اشتداد کو پہونچ جاتی ہے اور یہ ایسا محب والذین اٰمنوآ اشد حباًللہ کا مصداق بنجاتا ہے۔ تو محبوب کے وصال حاصل کرنے کے لئے اپنی عزت ووقار کو نہیں دیکھتا۔ ہر قسم کی ذلت وخفت کو خوشی سے اپنے پر لیتا ہے۔ مال وجان۔ عرض و شان اسپر قربان کر دیتا ہے۔ روئے زمین کی بادشاہی۔ چاند سورج پر کی حکمرانی اپنے پر ایک یار کی دُھن میں تھوکتا بھی نہیں۔ دُنیا کے پہاڑ سونا بنکر۔ ریگ کے ذرے لعل و جواہر ہو کر سامنے آئیں۔ تو تاکتا بھی نہیں۔ ساعت بساعت۔ دمبدم طرح طرح کی تکالیف برداشت کرتا ہے۔ سخت گرم دُھوپ میں جلتے پتھر پر پیٹ کے بَل پڑا کجور کی چھڑیوں اور اینٹ پتھر کی مار کو مستیٔ عشق میں کچھ بھی محسوس نہیں کرتا۔ اور تصورِ یار میں **اَحَد اَحَد** پکارتا ہے۔

حُبّ کا الف لام قائمقام مضاف الیہ ہے۔ یعنی حُبُّ اللہ۔ اور بوجہ اشتداد اس سے مراد عشقِ الٰہی ہے۔ اور وہی ذات پاک نور النور محبوبِ حقیقی ومطلوبِ تحقیقی ہے مقصودِ اصلی انسان کے پیدا کرنے کا بھی یہی ہے۔ کہ وہ اُسکے غیر سے اعراض کرکے اُسی کی ذات سے دل لگائے۔ چنانچہ ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (لیعرفون) سے ثابت ہوتا ہے کہ علتِ غائی پیدائشِ انسان کی معرفتِ الٰہی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ ذریعۂ معرفت (پہچان) وحصول قربت عشق ہے۔ کیونکہ جب کسی کو ملنا ہو۔ تو پہلے اُسکی محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور محبت باعثِ طلب ہے۔ پھر طلب کرتے کرتے محبوب سے میل

(وصال) ہو جاتا ہے۔ پھر اُس کی پہچان بھی ہو جاتی ہے۔ اور جب اُسکی پہچان ہو جاتی ہے اور پھر اُسکے بڑھانے کے لئے محب (عاشق) اور بھی زیادہ کوشش کرتا ہے۔ ہر طرحسے اُس کی تابعداری کرتا ہے۔ اور اُسکے سوا سب کو اُسکی طلب و رضا میں فنا کر دیتا ہے۔ اور رابطۂ محبت کمال تک پہنچ جاتا ہے۔ کہ ایک دم بھی سوائے اُسکی ذات کے تصور کے نہ گذرے۔ اور غیر سے انقطاع کلی حاصل ہو۔ تو پھر اس جذبہ کا اثر یہ ہوتا ہے۔ کہ محبوب خود محب کی طلب میں لگ جاتا ہے۔ (حدیث اَتَیْتُہٗ ھَرْوَلَۃً اسکی شاہد ہے) گویا مطلوب طالب بنجاتا ہے۔ اور معشوق عاشق۔

جب ایسا ہو تو عاشق کی کوئی چیز اپنی نہیں رہجاتی۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔ کُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِیْ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یَبْصُرُ بِیْ اُس کا کہنا کرنا سب کچھ معشوق کے اختیار میں ہوتا ہے۔ غرض طالب و مطلوب کے ارادہ میں فنا پاتا ہے۔ اور جب وہ اپنی ہستی کو رضائے مطلوب میں نیست کر دیتا ہے۔ تو اس نیستی یا فنا سے اُسکو مطلوب کیساتھ بقا ملتی ہے اُس کی کوئی خواہش نہیں رہجاتی۔ مطلوب جو چاہے کرے۔ طالب سے جو فعل سرزد ہوں۔ وُہ درحقیقت مطلوب کے ہوتے ہیں۔

گفتۂ اُو گفتۂ اللہ بود ۔۔۔ گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اندریں حالت کسی چیز کو اُسکے حکم سے انکار کرنے کی مجال نہیں ہوتی اور فوراً تعمیل کرنی پڑتی ہے۔ جناب غوثیہ کا بعد از وصال بقیہ مئے کو اپنے اخلاص مندوں کے لئے اپنی طرف بُلانا (فغلت لحمرتی نحوی تعالی) اور اُسکا بہ تعمیل حکم دوڑتے آنا (سعت ومشت لنحوی فی کؤس) اسی پر مبنی ہے۔

تقریر دوم

چونکہ حبِ[1] ہی اساس وصال ہے۔ اسلئے طالب کو اسی کا سوال ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔ اَلْحُبُّ اَسَاسِیْ یعنی میرے اِس قرب اور حصولِ جامعیت (درجاتِ نبوّت و ولایت) کی بنیاد عشقِ الٰہی ہے۔ کہ ابتدا سے ہی مجھے سوائے اسکے کچھ نہ بھاتا تھا۔ اور میں اُس کی محبت وطلب میں ویرانوں۔ آبادیوں۔ پہاڑوں کی غاروں۔ گلی کوچوں میں پھرتا۔ اُٹھتا۔ بیٹھتا۔ اَرِنِیْ کو آدابی الفاظ اھدنا الصراط المستقیم میں پکارتا تھا جسکا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ میں واصل بمطلوب ہوا۔ اور جو قرب ومعیت۔ وصل ورویت مجھے حاصل ہوئی۔ وہ کسی کو نہیں۔ دَنَا فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی اسکا شاہد ہے۔

اگرچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عشق کے انتہائی درجہ تک پہونچے ہوئے اور بقاء باللہ کے اعلےٰ مراتب پر فائز تھے۔ پھر بھی اسی کی خواہش تھی اور ہر دم آپ

کنایۃً اسی راہ کے طے کرنے کے لئے خدا سے بایں الفاظ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ہر دم مانگتے رہتے اور اوروں کو بھی یہی تعلیم دیتے۔

صراحۃً اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ حُبَّكَ۔ یا اللہ میں تجھسے تیری محبت مانگتا ہوں۔ کہا کرتے۔

پس سقانی الحب کاسات الوصال عنوانِ قصیدہ نتیجۂ طے منازل ہے اور اسکو

رابطۂ وصولی

---

[1] ہی الموافقۃ المحبوب فی محبوبہ ومکروہہ - ۱۲

کہتے ہیں۔ اس سے آگے جو بیان ہے کہ مجھکو کس طرح یہ درجۂ وصل حاصل ہؤا۔ اور میں ہمیشہ طالبِ وصلِ الٰہی رہتا تھا۔ اور مئے محبّتِ مطلوبِ حقیقی کا خواہاں جسکے ذریعہ سے مَیں واصل بمطلوب ہؤا۔ یہ سب بیان

سلسلۂ حصولی

ہے۔ فرماتے ہیں۔ مَیں جب وصلِ محبوب کا خواہشمند ہؤا۔ تو مینے مَے محبت پینا شروع کیا۔ بنابریں مقدر محذوف مصرعۂ دوم یہ ہے۔

کہ اے شرابِ محبت آ میرے کاسۂ دل میں جاگزین ہو تاکہ مَیں غیر و غیریّت سے بیخبر ہو جاؤں۔ اور اپنی ہستی کو چھوڑ دوں۔ ؎

شاد باش ای عشقِ خوش سودائے ما	اے طبیبِ جُملہ علت ہائے ما
اے دوائے نخوت و ناموسِ ما	اے تو افلاطون و جالینوسِ ما

غرض مصرعۂ اوّل کیفیت مجمل ہے۔ اور مصرعۂ دوم کیفیتِ مفصّل۔ اظہار یہ ہے۔ کہ مجھی جامِ وصل جو دیا گیا۔ تو مَیں نے کس طرح لیا۔ اور مَیں اسکے دیئے جانے کا کیونکر مستحق ٹھہرا۔ اسطرح کہ جب مجھے شوقِ تقرب غالب ہؤا۔ تو مَینے دمبدم اَنا لکَ مِنکَ کے نعرے لگانے شروع کیے۔ اور محبوبِ حقیقی کا وصل حاصل کرنے کے لئے کوشش کرنے لگا اسلئے جوشِ طلبِ مطلوب میں مَینے اپنے ذریعۂ حصولِ مطلوب کو کہ وہ مئے عشق ہے۔ پکارا۔ کہ آ آ جلد آ۔

تقریر سوم

بعض اولیاء اللہ خدا کے محبّ (عاشق) ہوتے ہیں۔ اور بعض خدا کے محبوب (معشوق)۔ اس طرح کہ یہ ایک وجود پیدائشی محبوب ہوتا ہے۔ جذباتِ غیبی شروع سے ہی اُسے ایسے افعال کیطرف منجذب کرتے ہیں۔ کہ وہ سببِ تقرب و باعث بر وصول الے اللہ ہوتے ہیں یہ درجہ انبیاء کو حاصل ہوتا ہے۔ اور بعض اولیاء کو بھی۔ چنانچہ رسالتمآب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وجود میں آنیکے وقت سے ہی جذباتِ احدیت میں منجذب تھے۔ آپ فرماتے ہیں۔ وانا حبیب اللہ خدا خود آپ کا محب اور رضا جوئے تھا۔ چنانچہ حدیثِ قدسی میں ہے۔ کُلُّهُمْ يَطْلُبُوْنَ رِضَائِیْ وَاَنَا اَطْلُبُ رِضَاكَ۔ وجود میں آتے ہی حق تعالٰے کی محبت نے اپنی طرف جذب کرنا شروع کر دیا۔ اور رفتہ رفتہ اپنے ساتھ ملالیا۔ یہی حال جناب غوثِ پاک رض کا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ اَنَا مَا رَبَّانِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّے اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَلَا عَلَیَّ لِاَحَدٍ مِّنَّةٌ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ یعنی مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہی تعلیم دی ہے۔ اور علمِ الٰہی کا فیض بخشا ہے۔ آپ کے سوا اور کسی کا مجھپر احسان نہیں۔ یعنی جو کچھ ہے۔ آپ ہی کی مہربانی ہے۔ سو آپ بطورِ شکریہ پہلے پہل اسی کا ذکر کرتے ہیں۔ کہ مجھے اس محبت آمیز جذبے نے جامِ مئے وصال پلایا۔ اور جب دپلانے کے وقت) مینے ساقی (جاذب) کے ہاتھ میں اُسے دیکھا۔ تو اسقدر بے صبر ہو گیا۔ کہ شراب کو پکارنے لگا۔ آ آ جلد آ۔ کاس وہ ظرف ہے۔ جس میں شراب پیتے ہیں۔ اور کاس خود شراب کو کہتے ہیں (کتاب الاضداد للانباری صد ۱۳۹)۔ بایںمعنی شرابِ وصل ہو سکتا ہے۔ جو مجازاً جامِ وصل کا مترادف ہے۔ کاسہ سے مراد کاسہ میں پڑی ہوئی شئے کی ہے۔ **و الجمع لتنوع الوان ما فیہ**

بیت میں کاسات بلفظِ جمع اسلئے ہے کہ مئے اگرچہ ایک ہے۔ مگر رنگ مختلف

اور کبھی مرے۔ واقف اس بات کو جانتے ہیں۔ کہ محبت ہر مقام ہر منزل۔ ہر حالت میں کیا
رنگ بدلتی ہے۔ اور کیا کیا لذت دیتی ہے۔ علامہ روزبہان اور شیخ اکبر قدس سرہما
کی تفسیر کلما رزقوا منہا من ثمرۃ رزقا قالوا ھذا الذی رزقنا من قبل واتوا بہ متشابھا
دیکھنا چاہیئے۔

پس معنے بیت یہ ہوئے۔ کہ مجھے عشق الٰہی نے جام وصل پلائے۔ (اور اس درجہ
کے ملنے کی کیفیت برائے افادہ طالبان یہ ہے کہ) میں شرابِ محبت کو با اخلاص وصفا
صدق ووفا پینے کی طلب میں رہتا تھا۔ اور ہر وقت پکارتا تھا۔
کہ آپ مجھے مست کر اور غیر سے محو یت دے۔ تو وہ میرے جذبہ طلب یعنی جذبات قلبی سے متاثر ہو کر

۲ سعت ومشت لنحوی فی کؤس فھمت بسکرتی بین الموال

میری طرف منجذب ہوا۔ کئی کاسوں اور کتنے جاموں میں بھرا پڑا میرے پاس دوڑتا چلا
آیا۔ تو میں نے مستی اور بیخودی اور ذوق میں اپنے دوستوں کو بانٹ دیا۔
اختلافِ الوان ولذات باختلافِ درجات ومقامات ہے۔ چونکہ جناب غوثیہ کے موالی
یعنی مرید مختلف درجات اور متعدد تعداد کے تھے۔ لہذا وہ مختلف رنگ اور متعدد کاسوں
میں پڑ کر پیش ہوا۔ اور آپ نے ہر ایک کو اسکے حسب استعداد و مقام تقسیم فرمایا۔
اور یہ مسئلہ مسلمہ قوم ہے کہ پیر کو مریدوں کے درجات اور اسباب ترقی و تنزل کا علم دیا
جاتا ہے۔ چنانچہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے مریدوں کا علم ایسے

یوم القیام دیا گیا۔

کتاب الیواقیت والجواہر مطبوعہ مطبع میمنہ مصر ۱۳۱۷ھ جلد اول کے صفحہ ۱۰۲ اور مشکوٰۃ باب الایمان والقدر فصل ثانی میں عبداللہ بن عمر سے مروی ہے۔ قال خرج رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم و فی روایۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خرج یوما و فی یدہ کتابان مطویان وھو قابض بیدہ علی کتاب فسالہ اصحابہ ما ھذان الکتابان و فی روایۃ فقال اتدرون ماھذان الکتابان قلنا لا یارسول اللہ الا ان تخبرنا فقال ان فی الکتاب الذی فی یدی الیمنی اسماء اھل الجنۃ واسماء اباءھم وقبائلھم وعشائرھم من اول ما خلقھم اللہ الی یوم القیمۃ والذی فی یدی الاخری فیہ اسماء اھل النار واسماء اباءھم وقبائلھم وعشائرھم من اول ما خلقھم اللہ الی یوم القیمۃ و فی روایۃ فقال للذی فی یدہ الیمنی ھذا کتاب من رب العلمین فیہ اسماء اھل الجنۃ واسماء اباءھم وقبائلھم فلا یزاد فیھم ولا ینقص منھم ابدا ثم قال للذی فی شمالہ ھذا کتاب من رب العلمین فیہ اسماء اھل النار واسماء اباءھم وقبائلھم ثم اجمل علی اخرھم فلا یزاد فیھم ولا ینقص منھم ابدا۔ اس حدیث کو امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ اور صاحب مشکوٰۃ رحمتہ اللہ علیہ نے بروایت ترمذی درج کیا ہے۔ چونکہ بعض الفاظ میں دونو کا کسی قدر اختلاف ہے۔ اور مطلب کیلئے روایت امام شعرانی رحہ زیادہ تر واضح ہے۔ اسلئے ہمنے شرح واؤ دیگر دونو کو یکجا جمع کر دیا ہے۔ جسکا ترجمہ یہ ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن باہر تشریف لائے۔ اور آپ کے دست مبارک میں دو کاغذ لپیٹے ہوئے گھٹ کر پکڑے ہوئے تھے۔ آپنے پوچھا کہ تم جانتے ہو۔ یہ کیسے

نوشتے ہیں۔ یہ ہیں ربّ العلمین کیطرف سے۔ اِس دائیں ہاتھ کے کاغذ میں تمام اوّل سے آخر تک کے۔ جنتیوں کے نام معہ اُنکی ولدیت و قومیت و گوت وغیرہ کے درج ہیں۔ اور اس بائیں ہاتھ کے کاغذ میں تمام اوّل سے آخر تک کے جہنمیوں کے نام مع اُن کی ولدیت و قومیت و گوت وغیرہ کے درج ہیں۔ اِس حدیث سے صاف صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپکو وہ سب جنکے نام مکتوبوں میں درج تھے۔ معلوم ہیں۔ گویا جس نے دُنیا میں ہدایت پانا اور آپکا قیامت تک اُمتی ہونا ہے۔ اُس دائیں ہاتھ کے نوشتہ میں آپکو معلوم ہے۔ اِسی طرح بہ تبعیتِ جناب رسالتمآب و نبوت۔ حضرتِ ولایت کو بھی قیامت تک اپنے مُریدوں کا علم تھا۔ آپ فرماتے ہیں۔ چنانچہ شیخ نور الدین ابو الحسن علی بن یوسف بن جریر اللخمی الشطنوفی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ بسندِ خود کتاب بہجۃ الاسرار میں لکھتے ہیں۔

قال الشیخ محی الدین عبد القادر الجیلی رضی اللہ عنہ اُعطِیتُ سجلاً مد البصر فیہ اسماء اصحابی و مریدی الی یوم القیمۃ۔ یعنی آپ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک ملتفہ جو اتنا لکھا ہُوا تھا۔ جہانتک کہ نظر جاتی ہو دیا گیا۔ اُس میں قیامت تک کے میرے مریدوں کے نام لکھے ہوئے تھے۔ اسی طرح دیگر مقبولانِ حق اور اولیاء اللہ سے بھی بطریقِ مقبول ثابت ہے۔

بین الموالی۔ موالی جمع مولیٰ کی ہے۔ بمعنی دوست۔ مراد مریدِ مخلص غلام فرمانبردار۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ جناب کے ذریعے سے اُنکو فیضانِ الٰہی پہنچا۔ بلا خلاف حضور سیّدِ عالم مفخرِ موجودات علیہ وآلہ التحیات کی ذات قدسی صفات خلافۃً من اللہ تمام جہان کے مقربوں اور واصلوں کے لئے چشمۂ فیض ہیں۔ اور جس کو فیض انوارِ الٰہی

لہ مطبوعہ میمنہ مصر ۱۳۰۴ھ صفحہ ۱ بقیہ برصفحہ ۲۹۔

ملا ہے۔ آپ ہی کی تبعیت میں ملا ہے۔ اسی طرح جناب غوثیہ نیابۃً عن النبی اولیا
اللہ کے لیئے چشمۂ فیض قدسیہ ہے۔ کتاب ماثبت بالسنۃ مؤلفہ جناب معارف مآب
شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ مطبع محمدی لاہور ۱۳۰۷ھ صفحہ ۷۶ پر لکھا
ہے۔ جسکا ترجمہ یہ ہے۔ کہ حضرت جناب قدوۃ المشائخ سید عبدالوہاب وپیشوائے آئمۂ
طریقت سید عبدالرزاق رضی اللہ عنہما دونو بالاتفاق روایت کرتے ہیں (اور امت
محمدیہ میں ایسا کون ہے جو ان پاک شخصوں کی جو سردار اولیاء اللہ ہیں روایت میں کسی
طرح کا شک کرے) کہ حضرت شیخ بقا ابن بطو رضی اللہ عنہ پانچویں رجب ۵۴۳ھ ہجری روز
جمعہ کی صبح ہمارے والد ماجد رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا کے مدرسہ میں تشریف لائے اور
ہم دونو کو مخاطب کرکے فرمایا۔ تمنے آج صبح ہی میرے یہاں آنے کا کیوں نہیں پوچھا۔ میں
نے رات ایک نور دیکھا ہے۔ جس سے تمام جہان اور جمیع موجودات روشن ہوگئے ہیں۔ اور
مینے ہر صاحب سر کے سر کو بھی دیکھا۔ بعض اسرار ایسے ہیں۔ کہ وہ صاحب سر سے متصل
ہیں۔ اور بعض سر اور صاحب سر میں کوئی امر مانع ہے اور جس کو ملا ہوا ہے۔ اس کا
نور المضاعف ہے۔ یہ دیکھکر مینے ان انوار کے چشمہ کو دیکھنے کی خواہش کی۔ اور جب میں
اسپر پہونچا۔ تو دیکھا کہ چشمہ جناب اقدس غوثیہ سے نکل رہا ہے۔ اور مجھے زیادہ تر کوشش
کرنے سے یہ بھی منکشف ہوا۔ کہ یہ تمام انوار شہودی ہیں۔ جو حضور انور کے انوار قلبی کے
کے مقابل ہیں پھر یہ دونو انوار ایک دوسرے کے مقابل منعکس ہوکر تمام عالم کو روشن کر رہے
ہیں۔ اور کوئی فرشتہ باقی نہیں ہے۔ جو حاضر ہوکر آپ سے مصافحہ نہ کرے۔ اور وہ سب
آپ کو شاہد و مشہود کے نام سے جانتے پہچانتے ہیں۔

جو لوگ ایسی کتابوں کو جنکے راوی علاوہ ان ضعفا کے جن سے روایت کی ہے۔ طعن مذہبی و سوء عقیدہ سے مطعون ہوں۔
صحیح مانتے ہیں وہ ایسی کتاب کو جنکے راوی سب اولیاء اللہ ہیں اور کسی نے انکی کسی بات پر طعن نہیں کیا۔ کیوں نہ مانینگے ۱۲ م

نعماء وعطاہائے الٰہی میں کسی اور کو بھی شامل کر لینا جناب غوثیہ کو وراثۃً جدِ امجد علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام سے ملا ہے۔ معراج میں جب آپ کو غیر متناہی قرب حاصل ہوا۔ تو پہلے پہل رب العزۃ سے آپ کو جو عزت ملی۔ وہ سلام تھا۔ السلام علیک ایہا النبی۔ آپ نے اسوقت اوروں کو اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ السلام علینا۔ اِسی طرح جناب غوثیہ کو جب نعمتِ قرب حاصل ہوئی۔ اور لذتِ وصل پائی۔ تو اپنے وابستگان اور مستفیضان یاد پڑے۔ اسلئے آپنے اُنکو بلایا۔ خود ہی فرماتے ہیں۔ کہ میں جب اپنے دوستوں (مریدوں) سمیت جامِ وصل وتقرب سے مست ہوا تو اُن کی ترقی پر اور بھی توجہ کی۔

۳ وَقُلْتُ لِسَائِرِ الْاَقْطَابِ لُمُّوْا
بِحَالِیْ وَادْخُلُوْا اَنْتُمْ رِجَالِیْ

اور اُن تمام کو جو درجۂ قطبیت پر پہونچ چکے تھے۔ مینے کہا کہ سب اکٹھے ہو کر میرے پاس آؤ۔ اور میرے حال میں داخل ہو جاؤ۔ کیونکہ تم میرے زیر سایہ تربیت یافتہ ہو۔

حال دو قسم ہے۔ جلال وجمال۔ جمال یہ کہ جب مطلوب ومقصود وصلِ ربانی حاصل ہوا۔ تو اُس میں جو لذتیں پائیں۔ اُن کو اکیلا حاصل کرنا گوارا نہ کیا۔ اور وں کو بھی بُلا بُلا کر شامل کر لیا۔ بلکہ ہمیشہ تک اس مطلوب ومقصود کو پانے کا طریق بتا دیا۔ جلال یہ کہ میں دریاؤں کو خشک۔ پہاڑوں کو نیست وغیرہ کر سکتا ہوں جہاں میری نظر میں رائی کی دانہ کے برابر ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

واضح ہو۔ کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ذاتِ مقدس مظہر جلال وجمالِ الٰہی ہے لیکن جمال غالب۔ سبقت رحمتی علی غضبی اور چونکہ آپ آئینہ جمالِ ذوالجلال ہیں۔ اسلئے آپ میں بھی وہ صفات جیسے کہ اُس بیمثال ذات میں ہیں۔ ویسے ہی منعکس ہیں۔ اور حضرت غوثیہ چونکہ مرأۃِ جمالِ محمدیہ ہیں۔ اسلئے آپ میں بھی وہی صفات بدستور منعکس ہیں۔ پرچونکہ جمال غالب ہے۔ اسلئے قصیدہ میں اول ظہور یہ صفتِ جمالی (تعلیم۔ تربیت۔ رأفت۔ شفقت۔ غمخواری۔ ہمدردی) ہے۔ اور آگے کچھ جلالی اور وہ بھی صرف مریدوں کی تسکینِ دل کے لئے۔ ورنہ آپ کا جمال غالب اور جلال جمال آمیز ہے۔ جو حضورِ رسالت سے بشہادت وما ارسلناك الا رحمۃ للعالمین بطور وراثت موصول ہے۔

فرماتے ہیں مینے اپنے تربیت کئے ہوئے واصلوں کو جو درجہ قطبیت حاصل کر چکے۔ پکارا کہ تم سب ایکجا اکٹھے ہو کر میرے پاس آؤ۔ اور میرے حال میں داخل ہوجاؤ۔ میرا حال یہ ہے۔ کہ مینے تم کو خاص وقت میں نہیں بھلایا۔ اور مینے وصال مینے کے وقت تم کو شامل کرلیا ہے۔ تم میرے حال میں داخل ہوجاؤ۔ یعنی میرے اس طریق پر چلو۔ کہ اپنے اوقاتِ خاصہ میں اورونکو فراموش نہ کرو۔ تاکہ سلسلۂ افاضہ و استفاضہ جو میری جدِّ امجد سے شروع ہوا ہے۔ تاقیامت حسب منشا اُنکے جاری رہے کیونکہ تم میری مرید ہو۔ مجھسے تربیت یافتہ ہو۔ اِسیواسطے مَیں تم سب کو حکم دیتا ہوں۔ کہ آؤ

۲	وَهِمُّوْا وَاشْرَبُوْا اَنْتُمْ جُنُوْدِيْ فَسَاقِي الْقَوْمِ بِالْوَافِيْ مَلَالِيْ

اور کوشش کرو۔ اور پی لو اور مقامِ احدیت میں میرے ساتھی ہو جاؤ۔) کیونکہ تم میرا لشکر ہو۔ جو علاقۂ غیریت کے فتح کرنے اور قلعۂ دُوئی کو توڑنے کے لئے تیار کئے گئے ہو۔ ساقیٔ قوم کا شکریہ ادا نہیں ہو سکتا۔ جنے مجھے شرابِ محبتِ الٰہی وصل کے جاموں میں بھر بھر کے پلایا ہے۔ اور کچھ کمی نہیں رکھی۔ جتنی میں مانگتا گیا دیتا گیا۔

ساقی دو قسم ہے۔ **۱**۔ بواسطہ **۲**۔ بیواسطہ۔ ساقی بے واسطہ ذاتِ حق ہے چنانچہ وسقھم ربھم شرابا طھورا میں مذکور ہے۔ اور ساقی بواسطہ انبیاء و اولیاء اور ملائکہ ہیں۔ اصطلاحِ قوم میں ساقی بواسطہ شیخ ہدٰے (پیر و مرشد) ہے کہ جسکے واسطے سے فیضِ ملکوتی و جبروتی و لاہوتی مُریدوں کے دلوں میں پہونچتا ہے۔ اور دُنیا میں یہ شراب بواسطہ ملتا ہے۔ اور عقبےٰ میں بے واسطہ۔ مطالب رشیدی صفحہ ۹۴۔

قصیدہ میں ساقیٔ قوم سے مراد ذاتِ مبدءِ فیضِ انوارِ نامتناہی جناب رسالت پناہی ہے۔ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ کہ جنکی ذاتِ اقدس سے سب کو فیضِ تجلیات ملتا ہے! اور چشمۂ بقاء سے جامِ وصل پلانے کے لئے آپ ہی **ساقی** ہیں۔

اب ہم بغرض تنسیقِ معانی اور ترتیبِ سلسلہ کلامی شروع سے یہانتک نظر پھیرتے ہیں۔ اور قومی اصطلاحات پر اس سلسلہ کو قائم کر دکہاتے ہیں۔

حُبّ رابطۂ قلبی بمرشدِ حقیقی۔ **کأس** جمع اس کی کوس حقیقتِ جامعیہ **وصال**۔ تجلی ذاتیہ۔ **شراب** نفسِ رحمانی۔ **ساقی** مرشدِ حقیقی۔

چار بیت اول کا مطلب بحسبِ اصطلاحِ صوفیہ یہ ہے۔ کہ مجھے مرشدِ حقیقی کے ساتھ رابطۂ قلبی نے تجلی ذاتی دکہائے۔ پس مینے انفاسِ رحمانی کو کہ نتیجہ رابطۂ مذکور اور باعثِ تجلیات ہیں۔ بلا انقطاع اپنے پر وارد ہونے کی تمنا کی۔ تو وہ حقیقتِ جامعیہ

کی صورت میں میرے سامنے ہوئے۔ جنکو مینے اپنے دِل پر لیا۔ اور اَوروں کو بھی اسی طریق سے لینے کی ہدایت کی۔ وَ یٰہمُوا اُشرُبُوا الخ۔

بالوافی ملالی۔ وفا پورا کرنا کہ چیز معہودہ یعنی وعدہ وفا کردہ چیز سے کچھ باقی نہ رہجائے۔ مثلاً یوفون بالنذر۔ اور اوفوا بالعقود میں امر بإتمام ہے۔ کیونکہ کچھ باقی رہجائے۔ تو وفا نہ ہوئی۔ مصرعہ دلالت کرتا ہے کہ جتنا میری نظر میں تھا۔ ساقی نے اُتنا ہی دیدیا۔ اور مینے جسقدر کہ پی سکتا تھا۔ سیر ہو کر پی لیا۔ اور تم نے (خطاب اقطاب)

شَرِبْتُمْ فُضْلَتِیْ مِنْ بَعْدِ سُکْرِیْ ۵
وَلَا نِلْتُمْ عُلُوِّیْ وَاتِّصَالِیْ

جو پیا ہے۔ میرا پسخوردہ ہے۔ اور اگرچہ میرے پسخوردہ کی برکت سے تم صاحب مقامات ہو گئے۔ لیکن تم میرے علوّ مدارج اور اتصال (قرب) کو نہیں پا سکتے۔

سُکر اصطلاح صوفیہ میں مطلوب حقیقی کے سوا اور سب سے بیخبر ہونیکو کہتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے سوائے محبوب کے کچھ خبر نہیں۔ اور میں اُسی ایک کی محبت میں مست ہوں۔ سُکر یعنی وحشت عن الغیر وانس باللہ نے جو منتج بقا ہے۔ مجھی حد درجہ تک پہونچایا ہے۔ جو میرے سوا کسی غیر کو نہیں ملا۔

امام محمد بن ابی بکر رازی رحمۃ اللہ علیہ کتاب التوحید میں سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ مَیں حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ کا یہ قول سُنا کرتا تھا۔ یبلغ العبد من الھیبۃ والانس الی حد لو ضرب وجھہ

بالسیف لم یشعر بہ۔ یعنی ہیبت و اُنس بندہ کو اُس حد تک پہونچاتی ہے۔ کہ اگر تلوار سے اُس کے چہرہ کو زخمی کر دیا جائے۔ تو اُسے کچھ خبر نہ ہو۔ اور .... یہ بالکل صحیح ہے۔ کیونکہ اُنس باللہ اللہ کے ساتھ خوش رہنے سے پیدا ہوتا ہے۔ اور جسکو یہ اُنس حاصل ہو۔ تو وُہ اسکے غیر سے متوحش ہو جاتا ہے۔ یعنی ذاتِ الٰہی میں اُسے ایسی محویت ہوتی ہے۔ کہ اُسکو ما سواہ کی کچھ خبر نہیں رہتی۔ پس یہی بقا ہے۔ اور صاحب درجہ باقی باللہ ہے۔ (حیوٰۃ الحیوان مطبوعہ عامرہ شرقیہ مصر جلد ا ص۱۹۶)

امام العاشقین۔ قطب الواصلین حضرت نوشہ گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ اُنس باللہ اور وحشت عن الغیر یعنی بقاء حاصل کرنے کا طریق یوں فرماتے ہیں:" اللہ اللہ اتنا کہے آپ نہ رہے۔ اور اللہ رہے۔" سو جب وہ نہیں رہا۔ اللہ ہی اللہ ہے۔ تو اللہ میں وحشت کہاں؟

حضرت غوثیہ فرماتے ہیں کہ مَیں بقاء کی منزل میں پہونچ چکا ہوں۔ اور جہاں تم ہو۔ مَیں اُس سے ترقی کر کے پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔ اسلئے تم میرے عالی درجہ اور واقفِ منازل اور قطب ارشاد ہونے کا اور اپنا سردار ہونے کا اقرار کرو۔ اور میرا چھوٹا ہُوا پیکر ہر وقت اپنے آپ کو میرا طفیلی ہونا یاد رکھو۔ اور اِس بات کو کبھی نہ بھولو کہ

۱	مَقَامُکُمُ الْعُلٰی جَمْعًا وَّلٰکِنْ مَقَامِیْ فَوْقَکُمْ مَازَالَ عَالٍ

گو تم سب کا مقام بلند ہے۔ لیکن میرا مقام (اتصال "قربِ مافوقہ قرب") ....

...... تم سب سے بلند تر ہے۔ کہ روز افزوں ترقی پر ہے۔ اور کبھی بس نہ ہوگا یعنی مَیں اپنے شکر سے اُس درجہ کو پہنچ چکا ہوں۔ جو مقامِ بقاء مع الدوام اللقاء ہے۔ کان البقاء الذی لیس معہ فناء لا یکون الامع اللقاء الذی لیس معہ انقطاع

بہجۃ الاسرار مطبوعہ میمنہ مصر ۱۳۰۴ھ کے جلد ا صفحہ ۲۷۔ اور نزہۃ المجالس شیخ عبدالرحمٰن صفوری شافعی مطبوعہ میمنہ مصر ۱۳۲۸ھ پر لکھا ہے۔ کہ شیخ قدوہ عبدالرحمٰن طفسونجی رحمۃ اللہ جو حضرت شیخ سید میراں محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ باز الاشہب کے ہمعصر تھے۔ ایک دن کرسی پر کھڑے ہوئے کہہ رہے تھے۔ کہ میں اولیاء اللہ میں ایسا ہوں۔ جیسے جانوروں میں کونج۔ مراد یہ کہ میری طاقت سب سے زیادہ ہے۔ اتفاقاً وہاں جناب غوثیہ کا ایک درویش حاضر تھا۔ وہ سُنکر رہ نہ سکا۔ اور کہا۔ آتو تو بڑوں بڑوں پر چیرہ دستی کا دعوےٰ کرتا ہے۔ اور میں چھوٹوں کا چھوٹا ہوں۔ نیچے اُتر اور مجھ سے بگڑ کر۔ مَیں تیری طاقت دیکھ لوں۔ یہ سُنکر شیخ طفسونجی نے پوچھا تو کہاں کا ہے؟ وہ بولا بغداد کا۔ اور حضرت قدوۃ الاولیاء، شیخ المشائخ جناب سید محی الدین عبدالقادر رضی اللہ عنہ قدمی ہذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ کہنے والے کا خدمتگار ہوں۔ شیخ طفسونجی نے کہا میں نے اُس کا کبھی کوئی ذکر نہیں سُنا۔ اور میں چالیس سال سے بابُ القدرت پر متمکن ہوں۔ مَیں نے اُسے کبھی آتے جاتے نہیں دیکھا۔ یہ کہکر دو شخصوں کو حکم دیا۔ کہ تم بغداد جاؤ۔ اور یہ درویش جس شخص کا نام لیتا ہے۔ اُس سے ملکر پوچھو۔ کہ تو تو بابُ القدرت تک رسائی نہیں رکھتا۔ دعویٰ قدمی علےٰ رقبۃ کل ولی اللہ کیسے کرتا ہے؟ جب یہ گفتگو وہاں ہو رہی تھی۔ تو بغداد شریف میں جناب غوثیہ اس وقت کسی کے ساتھ بات چیت میں مشغول تھے۔ اُسی شغل میں آپ کو کشفاً وارد ہوا۔ کہ منَ اللہ طفسونج میں یہ سب

ماجرا نظر آگیا۔ فوراً اپنے دو درویشوں کو بلا کر فرمایا۔ کہ تم دونوں طفسونج کیطرف تیار ہو جاؤ اور وہاں پہونچکر شیخ عبد الرحمن کو کہ میرے قدمی علی رقبۃ کل ولی اللہ کے کہنے سے انکار کرتا ہے۔ اور فی الحال دو شخصوں کو میرے پاس بھیجا ہے۔ جو راہ میں تمکو ملینگے۔ میرا اسلام دے کر کہدو۔ کہ ٹھیک تو باب القدرت پر کہڑا ہوتا ہے۔ لیکن جو دروازہ پر کھڑا رہتا ہے۔ اُسے کیا معلوم کہ اندر کون ہے۔ تو باب القدرت کے باہر۔ اور مَیں حضرت القدس کے اندر۔ تو مجھے کہاں دیکھ سکتا ہے۔ تجھے ابھی اندر آنے کی توفیق نہیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے۔ کہ تجھے جو فلاں وقت حضرتِ قدس سے ایک خلعت قُلْ ہُوَ اللّٰہُ اَحَد کے طراز سے مُطَرَّز تھا۔ عطا ہوا ہے۔ وہ میرا اُتار ہے۔ یعنی میں اس سے ترقی کر گیا ہوں۔ مجھے اس سے آگے کا اور اعلیٰ درجہ یعنی بلند تر مقام ملا ہے اور وہ تجھکو بشہادت بارہ ہزار ولی کے بخشدیا گیا ہے۔ جب وہ دونو یہ حکم لیکر روانہ ہوئے۔ تو اثنائے راہ میں شیخ طفسونجی کے بھیجے ہوئے۔ اُن دو آدمیوں سے ملاقات ہوئی۔ معلوم ہوا۔ کہ طفسونجی کے پاس جو کچھ ہم کہنے کو جارہے ہیں۔ اُسی بات کا جواب ہے۔ جو یہ دونو طفسونج سے پوچھنے آئے ہیں۔ یہ سمجھکر آپ کا فرمان اُن کو سنا دیا۔ اور اُن کو طفسونجی کی طرف واپس پھیر کر خود بغداد شریف کو واپس آئے۔ شیخ طفسونجی نے جب آپکا فرمان سُنا تو وانت بیٹھ گئے۔ اور کہا یہ سچ ہے۔ بیشک وہ ایسا ہی عالیمقام ہے۔ جسکا تمام اولیاء اللہ کی گردن پر قدم ہونا چاہیے۔

اِس میں کچھ شک نہیں۔ کہ حضرت جنابِ عالی فرد الافراد و قطب الاقطاب درجہ میں سب مشائخ سے برتر اور مقامِ اعلیٰ پر ممتاز تھے۔ کہ دوسرے کو اُس مقام کی خبر تک بھی نہ تھی۔ کیونکہ آپ خونِ پاک مخاطب بہ لولاک مشرف بشرفِ ما ارسلناک حضرت جناب حبیب خدا سید الانبیاء خاتم النبیین افضل المرسلین علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔ جو

بقولہ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِّنْهُم مَّن كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ سب انبیاء و مرسلین سے اعلےٰ و ارفع ہیں۔ قرآن و حدیث اسپر ناطق ہے۔ اسوقت آیت مذکورہ کے جملہ ورفع بعضھم درجت کی تفسیر میں جو اہلِ تفسیر نے لکھا ہے۔ مزید اطمینان ناظرین کے لئے مختصراً درج کیا جاتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ کہ مرفوع الدرجات کا مشارٌ الیہ وجودِ مقدس مصطفوی ہے۔ اور ابہام بغرضِ اظہار تعظیم و افخام ہے۔ تفسیر بیضاوی کے صفحہ ۱۱۹۔ اور تفسیر خازن مع المدارک کے صفحہ ۱۸۲۔ اور تفسیر رحمانی کے صفحہ ۷۹ میں علمائے اسلام سے باتفاقِ رائے منقول ہے۔

اور حدیث میں ہے۔ بیدی لواء الحمد فادم ومن دونہ تحت لوائی۔ اور فُضِّلْتُ علی الانبیاء الخ اور فرمایا جس مقام میں مَیں پہنچا ہوں۔ مجھ سے پہلے کوئی نبیؐ نہیں پہونچا۔ اور یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ مقامِ محمود میرے لئے ہی مخصوص ہے۔ اور وہ انتہائی مقام ہے۔ جہاں بسبب وعدہ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى مَیں نجاتِ لانیکو کھڑا ہونگا۔ حیرت ہے۔ کہ کوئی معترض جناب غوثیہ پر اعتراض کرے۔

یہ معترض کیا کرے گا۔ جبکہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول اظہارِ درجاتِ خداداد تحدیثاً بنعمۃ اللہ بلفظ وحدے نکل آئے گا۔ یا مترادف المعنے جیسا کہ حضرت پیرصاحب تنبیہاً لِلطلاب و توضیحاً لبیت الاول فرماتے ہیں کہ۔ اگرچہ کوئی کتنا ہی تقرب و تفرد کا دعوے کرے۔ لیکن

اَنَا فِی حَضْرَةِ التَّقْرِیْبِ وَحْدِیْ یُصَرِّفُنِیْ وَحَسْبِیْ ذُوالْجَلَالِ	۹

میں بارگاہِ قرب میں مقامِ مذکور پر اکیلا ہوں۔ اور یہ قرب و مقام (حضرت القدس میں ہونیکا) اور کسی کو نہیں ملا۔ اور باوجود اس قربِ کمال کے وہ مالک الدرجات مجھے اور ابھی ترقی دے رہا ہے۔ اور وہی جو بڑی جلالت والا ہے۔ مجھے کافی ہے۔

تصریف۔ ایک مقام سے دوسرے مقام میں لیجانا۔ ایک حال سے دوسرے حال میں پھیرنا۔ فرماتے ہیں۔ کہ مالکِ عظمت و جلال اپنی مشیت و ارادہ سے کر رہا ہے۔ جو کر رہا ہے۔ میری اس میں کوئی خواہش نہیں۔ وُہی متصرف ہے۔ **یُصَرِّفُنِیْ کَیْفَ یَشَاءُ**۔ مجھسے جو ظاہر ہوتا ہے۔ اسی کا فعل ہے۔ میرا اس میں کچھ دخل نہیں۔

تصریف کا معنے صاحبِ تصرف بنانا بھی ہو سکتا ہے۔ پس یُصَرِّفُنِی کا معنے ہے مجھے صاحبِ تصرف بنایا۔ فاعل اُس کا ذوالجلال ہے۔ تقدیرِ مصرعہ یہہ ہو گی۔

یصرفنی ذوالجلال وھو حسبی فی عطاء الکمال۔

تصرف "اختیارِ کامل" جو ایک زبردست طاقت کی طرف سے تمام اشیاء مثلاً ارواح و اشباح پر عطا شدہ ہو۔ اِن تصرفات کو تصرف فی الوجود کہتے ہیں۔ جو جنابِ غوثیت کو سب سے زیادہ حاصل تھا۔ علمِ اخبار و سیر کے جاننے والوں کو بے شک و شبہ ماننا پڑیگا کہ حضرت غوث الاعظم کا صاحبِ تصرف یعنی صاحبِ کرامات و خوارقِ عادات ہونا حقیتِ اسلام و حقانیتِ رسالتِ محمدیہ کا کیسا **بیّن ثبوت** اور آپکے محبوب الٰہی ہونے پر **بُرہان قاطع** ہے۔ تصرف فی الارواح (جانِ رفتہ کو بازپس لانا) یعنی معدوم سے موجود کرنا و بالعکس۔

تصرف فے الاشباح (عضوِ شکستہ کو پیوستہ کرنا) متفرق کو متصل کرنا و بالعکس

فائدہ۔ عدمِ محض کہ چیز ظہور پذیر کی کوئی جزو یا اس سے پہلے اس کا نام یا کوئی صورت وہیئت (ہیولی) موجود نہ ہو۔ سو یہ خاصہ جناب باری تعالیٰ عزاسمہ کا ہے۔ اور اُسکے ظہور کے لئے کسی دوسرے وجود کو مظہر نہیں ٹھیرایا جاتا۔ ہاں اجزو خواہ نہ موجود ہو۔ لیکن صورت موجود ہو۔ تو اسکے لئے کسی اپنے مقرب بلکہ اقرب الیہ کو جو مختار۔ مجتبےٰ۔ مصطفےٰ۔ مرتضےٰ۔ محبوب ومطلوب ہو چکا ہو مظہر قرار دیا جاتا ہے۔

تصرف فی الارواح۔ بہجۃ الاسرار صفحہ ۱۴۱۔ اور شرح فتوح الغیب جناب شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بشرح مقالہ ۱۶۔ اور مرأۃ الجنان امام عبداللہ رہ یافعی اور حیوۃ الحیوان علامہ دمیری شافعی رہ میں ہے۔ کہ ایک عورت بغرضِ تربیت اپنے لڑکے کو آپکے حضور میں چھوڑ گئی۔ چند روز کے بعد آکر دیکھا۔ کہ لڑکا سوکھا ٹکڑا کھا رہا ہے۔ اور آپ بھنی ہوئی ککڑی کا گوشت تناول فرما رہے ہیں جوشِ دل سے بولی کہ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر تھوڑا سا اسے بھی دیا جاتا۔ تو کیا تھا۔ آپ خاموش کھاتے رہے۔ جب کھا چکے تو ہڈیوں پر ہاتھ رکھ کر کہا قومی باذن اللہ الذی یحیے العظام وھی رمیم۔ فوراً انہیں ہڈیوں کی پر جھاڑ کر وہی ککڑی بنگئی۔

یہی ہے جس کو تصرف فی الوجود کہتے ہیں۔ صاحبِ تصرف وُہ ہے جسکو درجۂ تکوین دیا جاتا ہے۔ اس درجہ کا منبع ذاتِ نبوی ہے۔ اور اُنہیں کی طفیل حضرت پیر کو حاصل تھا۔ دراصل ہے تو خدا کا کام۔ لیکن وہ بحسب ارادہ وعلمِ قدیم اس کا مظہر کسی برگزیدہ بندے کو بنا دیتا ہے۔ اس ثبوت کے لئے کہ بندے کسے یہ ہو سکتا ہے یہاں صرف دو واقعے لکھے جاتے ہیں۔ واللہ من قیعہ آیتہ۔

حافظ ابونعیم نے روایت کیا ہے۔ کہ جابرؓ بن عبداللہؓ نے ایک بکری ذبح

کی۔ اور کچھ روٹیاں پکا کر ثرید بنایا۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا۔ آپ نے حاضرین کو حکم دیا۔ کہ کھاؤ۔ مگر کسی ہڈی کو نہ توڑنا۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے۔ تو فرمایا سب ہڈیاں اکٹھا کر دو۔ پھر آپ نے اُس پر ہاتھ رکھا۔ اور زبانِ پاک سے کچھ نکالا۔ سب کے دیکھتے ہی وُہ بکری زندہ ہو کر کان پھڑکنے لگی۔ (انوار المحمدیہ من مواہب اللدنیہ صفحہ ۱۵۸)

جس لفظ کا ترجمہ میں نے "زبان پاک سے کچھ نکالا" کیا ہے وہ "ثم تکلم بکلام" ہے اور صحیح مسلم میں جابرؓ ہی سے تصرف فی الاشیاء اعنی بہ نبع الماء میں "ثم تکلم بکلام لم افہمہ" ہے۔ یہی اسم اعظم ہے۔ اور یہی وہ ستر ہے کہ جسکو مردہ پر ڈالکر زندہ کرتے ہیں۔ آگ کو نابود۔ دریا کو خشک۔ پہاڑ کو ناپید کرتے ہیں۔

تصرف فی الاشباح۔ ایک دفعہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جماؤلے کو دیکھکر فرمایا۔ کن اباذرؓ تو ابوذر بنجا۔ دیکھا تو وہ ابوذرؓ ہی تھا۔ (شفا۔ تفسیر اکسیر اعظم۔ کتب حدیث)

ایک دفعہ ایک سیاہی جیسی نظر آرہی تھی۔ آپ نے اُدھر دھیان کرکے فرمایا۔ کن اباخیثمہ تو ابوخیثمہ بنجا۔ وہی نکلا۔ (انوار المحمدیہ من مواہب اللدنیہ)

ایک دفعہ حکم بن عاص پر آپ کی نظر پڑی کہ آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا منہ چڑا چیہرا کر کر آپ کے سانگ لگارہا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ کن کذالک وُہ اسی وقت سے مرتے دم تک کانپتا اور کشیدہ دہن رہا۔ شرح شفا ملی قاری جلد ا صفحہ ۶۶۵

مروی ہے کہ حضرت علی مرتضےٰ علیہ السلام کے محبوں سے ایک حبشی نے کچھ چرایا۔ اور گرفتار ہو کر آیا۔ تو آپ نے اسکا ہاتھ کٹوا دیا۔ جب وہ سزایاب ہو کر حضور مرتضوی

سے نکلا تو حضرت سلمان فارسی رضہ اور ابن الکراء سے انکی ملاقات ہوئی۔ ابن الکراء نے پوچھا۔ یہ تیرا ہاتھ کسنے کٹوایا ہے۔ اُس نے کہا امیر المومنین یعسوب المسلمین داماد مصطفےٰ۔ زوج زہراء۔ علی مرتضےٰ نے۔ یہ سنکر ابن الکراء نے کہا۔ کہ اُس نے تیرا ہاتھ کٹوادیا۔ اور تو اُس کی اتنی بڑی تعریف کرتا ہے۔ اُس نے کہا کیوں نہ کروں۔ اُسنے تو مجھے عذاب دوزخ سے چھڑا دیا ہے۔ اور جو کیا ہے۔ حق کیا ہے۔ حضرت سلمان رضہ نے حضور مرتضوی میں حاضر ہو کر یہ کلمے بعینہا عرض کر دیئے۔ آپ نے فرمایا اُسے بلاؤ۔ جب وُہ آیا تو اسکا کاٹا ہوا ہاتھ اس کی ساعد پر رکھدیا۔ اور کچھ پڑھا۔ وہ ہاتھ درست ہو گیا۔ (تفسیر کبیر مطبوعہ عامرہ شرقیہ مصر جلد پنجم صفحہ ۴۶۶۔)

ایک دفعہ ایک اصحابی کو جو گوشت پکا رہا تھا۔ فرمایا۔ مجھے ہنڈی سے ایک پاچہ نکال دے۔ اُسنے نکالدیا۔ آپنے کہا کر فرمایا۔ کہ اور ایک نکالدے۔ اُسنے نکالدیا۔ کہا کر فرمایا کہ اور نکالدے۔ اُسنے عرض کیا۔ کہ یہی دو تھے۔ جو مینے نکالدیئے ہیں فرمایا اگر تو یہہ نہ کہتا۔ اور نکال دینے کو تیار ہوتا۔ تو جتنی مرتبہ میں تجھسے پاچے مانگتا۔ پاچے ہی نکلتے۔ (مشکوۃ باب مایوجب الوضوء۔ فصل ۳)

تصرف فی القلوب

بہجۃ الاسرار صفحہ ۳۲ میں باسند بقید تاریخ وسنہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ شیخ سالم نے کہا۔ ابتداءً میں تحصیل علم کلام میں بہت مشغول تھا۔ اور میرے چچا مجھے منع کیا کرتے تھے۔ اتفاقاً ایک دفعہ میں انکے ساتھ حضرت غوثیہ کیخدمت میں حاضر ہوا۔ تو اُنہوں نے میرے علم کلام میں مشغول ہونیکی شکایت کی۔ آپنے فرمایا کہ علم کلام کی کونسی کتاب تمنے یاد کی ہے۔ مینے نام لیا۔ یہ سنکر اپنا دست مبارک میرے سینہ پر پھیرا۔ اور جبتک

کہ مجھے سب الفاظ و حروف کتب محفوظہ علم کلام سینہ سے نہ اُٹھ گئے۔ ہاتھ نہ اُٹھایا۔ خدا کی قسم مجھے ایک حرف بھی پڑھا ہوا یاد نہ رہا۔ اور سب کچھ بھول گیا۔ اور میرا سینہ بجائے علم مکسوبہ کے علم لدنی سے بھر گیا۔ اور مَیں آپ کے حضور سے ناسی الکلام حافظ العلم العلام ہوکر نکلا۔ شیخ سالم کہا کرتے تھے۔ کہ حضرت شیخ عبدالقادرؓ سلطان الطریق اور متصرف فی الوجود علی التحقیق تھے۔ اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی پیشوائے سلسلۂ عالیہ سہروردیہ فرماتے تھے۔ کہ شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ صاحب یدِ مبسوط اور تصریف ناقد ہیں۔

تصرف فی البسائط۔ کی مثال بہجۃ الاسرار صفحہ ۱۴۱ میں ہے۔ کہ ابو نصر صالح قاضی القضاۃ اپنے والد ماجد سید عبدالرزاق رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک دن میرے والد شریف حضرت جناب عالی غوث الثقلین رضی اللہ عنہ نماز جمعہ کے لئے تشریف لیجا رہے تھے۔ اور میں مع برادرِ مکرم سید عبدالوہاب جی قدس سرہ آپکے ساتھ تھے۔ کہ اتنے میں شاہی ملازم شراب کے پیپے لادے ہوئے بازار میں سے گذرے آپ نے فرمایا ٹھیرو۔ مگر وہ نہ ٹھیرے۔ بلکہ بیلوں کو جنپر شراب لدی ہوئی تھی۔ ہانک کر جلد جلد چلایا۔ آپ نے بیلوں کو حکم دیا کہ ٹھیرو مت چلو۔ وہ ایسا ٹھیرے کہ ہر چند ہانکنے والوں نے اُنہیں بہت مارا۔ مگر وہ نہ ہلے۔ اور مارنیوالے دردِ قولنج سے بازار میں لیٹنے لگے۔ ادھر آپ نے پیپوں کو دیکھکر فرمایا۔ سرکہ ہوجاؤ۔ آخر انہوں نے اپنی گستاخی اور لاپروائی کی توبہ کی۔ اور جاکر پیپوں کو کھولا۔ تو سب سرکہ بھرے نکلے۔

شراب کے سرکہ ہوجانے کی کرامت بعینہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔ چنانچہ مدارج النبوۃ مطبوعہ لکھنؤ جلد ۲ صفحہ ۶۸۸ پر درج ہے۔ کہ حضرت خالد

بن الولید رضی اللہ عنہ کے پاس سے ایک شخص شراب کا پیالہ لیکر گذرا۔ آپ نے پوچھا اِس میں کیا ہے۔ اُس نے جھُوٹ بولا کہ اِس میں سرکہ ہے۔ آپ نے فرمایا خدا کرے۔ یہ سرکہ ہی ہو۔ جب اُس نے اپنی جگہ پر جاکر دیکھا۔ تو وہ سرکہ ہی نِکلا۔ (تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ ۴۶۹ مطبوعہ عامرہ شرقیہ مصر)

بہجۃ الاسرار کے صفحہ ۸۰ پر بسند الشیخ ابوالمظفر منصور بن مبارک واسطی واعظ معروف جرادہ سے درج ہے کہ مَیں جوانی میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوُا۔ اور میرے پاس علمِ فلسفہ کی ایک کتاب تھی۔ آپ نے بِن دیکھے مجھسے فرمایا کہ یہ کتاب تیرا رفیق بد ہے۔ جا اِسے دھو دے۔ یہ سُنکر مینے چاہا۔ کہ یہاں سے اُٹھوں۔ اور اِسے گھر رکھ چھوڑوں۔ اور پھر کبھی اِسے لیکر آپکے پاس نہ آؤنگا۔ حضرت شیخ نے میرے اِس خیال کو پاکر میری طرف تاکا۔ اور مَیں اپنے خیال پر اُٹھنے کو تیار تھا۔ مگر نہ اُٹھ سکا۔ اور ایسا معلوم ہوُا۔ کہ مجھے کسی چیز نے باندھ رکھا ہے۔ فرمایا کتاب مجھے دکھا۔ میں اُسے کھول کر دکھانے لگا۔ دیکھتا ہوں کہ کتاب کے تمام اوراق کورے ہیں۔ اور ساری کتاب میں ایک حرف بھی لکھا نہیں ہے۔ مینے حیران ہو کر آپکے آگے رکھدی۔ آپنے اُٹھا کر اُسے دیکھا۔ اور فرمایا۔ یہ تو بہت عمدہ اور اچھی کتاب ہے۔ یہ تو ابن الضریس کی تصنیف فضائل القرآن ہے۔ لے اِسے پڑھا کر۔ یہ کہکر کتاب مجھے پکڑا دی۔ مینے کھول کر دیکھا۔ تو ٹھیک وہی فضائل القرآن خوشخط لکھی ہوئی پائی۔

یہ ہیں تصرف فی الوجود کی چند مثالیں جو درحقیقت افعالِ الٰہی ہیں۔ جنکا مظہر کوئی ایسا وجود ہوتا ہے۔ جسے خداوند کریم نے اپنی محبت کے لئے برگزیدہ کیا ہو۔ تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۴۷۱ پر ہے۔ اما اذا لمعہ فہ اللہ دمحبتہ وقلّ انغماسہا فی تدبیر

هذا البدن واشرقت علیہا انوار السماویۃ العرشیۃ المقدسۃ وفاضت علیہ من تلک الانوار قویت علی التصرف فی اجسام ھذہ العالم مثل قوۃ الارواح الفلکیۃ علے ھذہ الاعمال ۔ خلاصہ یہ کہ جب کوئی معرفت الٰہی اور محبت ذاتِ حق میں فنا پا چکے تو اُس پر رُوح القدس جو اجسامِ دُنیا میں تصرف کرنے کی قوت رکھتا ہے نازل ہوتا ہے۔

اِس تصریف کو اسکے مترادف المعنے سے تکوین بھی کہتے ہیں۔ جو آپ کو منجانب اللہ حاصل تھی۔ اور اولیاء اللہ کو عطا ہوتی ہے۔ اِس کا ذکر خود جنابؓ نے فتوح الغیب کے مقالہ ۱۶ و ۴۶ میں کیا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ فی بعض کتبہ یا ابن اٰدم انا اللہ لا الٰہ الا انا اقول للشیٔ کن فیکون اطعنی اجعلک تقول للشیٔ کن فیکون یعنے اے ابن آدم مَیں وُہ خدا ہوں کہ جب کسی چیز کو کہتا ہوں ہو جا۔ تو وُہ ہو جاتی ہے۔ تو میری تابعداری کر۔ تو مَیں تجھے ایسا کر دونگا۔ کہ اگر تو بھی کسی چیز کو کہے گا۔ ہو جا۔ تو وُہ ہو جائیگی۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ درجہ بہت نبیوں اور ولیوں کو دیا گیا ہے۔ اور یہ وُہی فنا ہے۔ جو اولیاء و ابدال کا غائت احوال ہے۔ اور جب کسی کو درجہ تکوین دیا جاتا ہے تو جو کرنا چاہتا ہے وکہ وُہ بھی مشیت الٰہی ہے) حکم ربانی سے ہو جاتا ہے۔ فلہذا آپ فرماتے ہیں۔ کہ مَیں اگرچہ حضرت تقریب میں منفرد اور متوحد ہوں۔ لیکن اپنا کچھ اختیار نہیں۔ اُس نے بمقتضائے علمِ ازلی مجھے اس قرب تک پہونچایا ہے۔ میرے مقابل میرے اس درجہ بلند کا منکر جو اپنے آپ کو مشائخ میں کالگڑی ہونے کا منصبدار بیان کرتا ہے۔ تو کیا کمال ہے۔ کیونکہ وہ اگر گرگی ہے۔ تو

۸ أَنَا الْبَازِيُّ أَشْهَبُ كُلِّ شَيْخٍ
وَمَنْ ذَا فِي الرِّجَالِ أُعْطِيَ مِثَالِي

میں طاقتور باز ہوں سب شائخ میں (یا مشائخ کے لیئے) اور مشائخ میں ایسا کون ہے۔ جسے میرے جیسا درجہ دیا گیا ہو۔

آپ کے ہمعصر اولیاء اللہ بھی آپ کو **باز اشہب** کہا کرتے تھے۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنکا شان سب سے اعلےٰ وارفع ہے اور جہاں تمام انبیاء ومرسلین وملائکہ مقربین کا گذر نہیں وہاں آپ کو دخل ہے۔ اور جلال وجمال الٰہی کی سمائی جو آپ کے سینۂ فیض خزینہ میں ہے۔ وہ اور کسی کے سینہ میں نہیں۔ اور کہ آپ ہر وقت کے قرب ومشاہدہ سے باوجود اخشےٰ واتقےٰ ہونے کے مانوس جلال احدیت ہو چکے ہیں۔ اگرچہ اپنا بلند پرواز ہونا لفظاً تو نہیں بتایا۔ لیکن معنےً اپنا شہباز ہونا جتا دیا ہے۔ شب معراج میں جبرئیل جیسا مقرب فرشتہ سدرۃ المنتہےٰ میں رہ چکا۔ اور اپنے ساتھ چلتے اُسکو مثل حلس دیکھا۔ (کشاف جلد ۲ صفحہ ۲۶۲) اور اسرافیل مثل بچۂ گنجشک نظر آیا (شفاء قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ) اور تمام انبیاء ومرسلین کو اپنا مقتدی اور پیچھے دیکھا۔ (صحاح ستہ حدیث معراج)

عقلمند سمجھ سکتا ہے۔ کہ جب کسی کو کوئی اپنے سامنے چڑی یا مکھی دیکھے۔ تو وہ اپنے آپ کو کیا بتا رہا ہے۔ حضرت غوث الاعظم رضہ اگرچہ اولیاء اللہ سے نسبتاً باز کا درجہ رکھتے ہیں۔ تو جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جو مالک درجات

ہیں۔ اور غوث الاعظم جیسے جنکے طفیلی ہیں۔ بے شک وشبہ شہباز ہیں۔ فافہم ُلاتکونن من الممترین۔

اشہب وُہ ہے۔ جسکی سفیدی سیاہی پر غالب ہو۔ اس قسم کا باز نہایت مضبوط اور بلند پرواز ہوتا ہے۔ اور شکار کرنے میں بڑا تیز۔ دوسرا کوئی جانور اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ باز اور بازی لُغت تازی ہے۔ مگر بازی فصیح۔ (حیوۃ الحیوان) آپ اپنے آپ کو قوت صیادی کے لحاظ سے باز کے ساتھ مشابہت دیتے ہیں۔ اور کل شیخ میں کل کا لام مکسور اسلئے ہے۔ کہ اسپر لام جارہ محذوف ہے۔ یعنی انا البازی الاشہب لکل شیخ۔

ومن ذا فی الرجال اعطےٰ مثالی۔ بہجۃ الاسرار صفحہ ۲۲ بسند صادقین ابو محمد علی بن ادریس یعقوبی سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ مینے حضرت جناب شیخ سید محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سُنا۔ کہ انسانوں۔ جنوں فرشتوں میں مشائخ مقرر ہیں۔ اور مَیں شیخ الکل ہوں۔ اور مَینے یہ بھی آپ کی زبانِ فیض ترجمان سے سنا ہے۔ جبکہ آپ اپنی مرض الموت میں اپنی اولاد کو وصیت کر رہے تھے۔ کہ میرے اور خلقت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ کسی اور کو میری برابر نہ سمجھنا۔

بعض خصایل و فضایل میں کوئی فرد ہوتا ہے۔ اور اس بات کے جاننے والے اس سے انکار نہیں کر سکتے۔ اسلئے وہ ایکم مثلی (یا فمن ذا فی الرجال اعطی مثالی) کہہ دیتے ہیں۔ (مشکوۃ مطبوعہ نظامی دہلی صفحہ ۱۶۰)

دیکھو ایکم مثلی جسکا مترادف ہے۔ فمن ذا فی الرجال اعطی مثالی۔

حضرت پیر صاحب تو صرف رجال میں اپنا بے مثال ہونا بیان کرتے ہیں اور

رجال بحسب فرمودۂ جناب بحالی داد خلوا انتم رجالی۔ آپ کے وہ مُرید جن کی آپ نے اپنی نظر توجہ سے تربیت کی۔ اور درجہ قطبیت تک پہنچایا۔ پیروں کے پیر سید العارفین امام الاولیاء فی البلاد والبلوٰے جناب امیرالمومنین مولے المتقین علی مرتضیٰ سلام اللہ علیہ تو جبرائیل و میکائیل سے اپنا بے عدیل ہونا فرماتے ہیں۔ چنانچہ نزہتہ المجالس مطبوعہ میمنہ مصر کے صفحہ پر ہے۔ سلونی قبل ان تفقدونی عن علم لا یعلمہ جبرائیل ولا میکائیل۔ اور کئی موقعہ پر بھی فرمایا ہے۔ و انیکو له سهم کسهمی۔ اور

جنابِ عالی کا مطلب تو یہ ہے کہ میں ہر شیخ کے لئے مثل باز اشہب ہوں۔ کہ بے روک شکار کر لیتا ہوں۔ یعنی میں قطب با اختیار ہوں۔ اور صاحب تصرف ہوں چاہوں۔ تو کسی ولی کے حال کو سلب کر لوں۔ مگر مینے کبھی کسی شیخ کے حال کو بے وجہ سلب نہیں کیا۔ کیونکہ حق عزاسمہ مالکِ احوال نے

۹ کَسَانِیْ خِلْعَۃً بِطِرَازِ عَزْمٍ وَتَوَّجَنِیْ بِتِیجَانِ الْکَمَالِ

مُجھکو وہ خلعت پہنایا ہے۔ جسپر اولوالعزمی (صبر و استقامت) کے نقش کئے ہوئے ہیں۔ اور مجھے کمال قرب و وصال کے تاج بخشے۔

عَزم اصطلاحاً مشاہدہ انوارِ ذاتیہ کہ مقام بقاء و کمالِ قرب ہے۔ اور جسکو یہ عطا ہوتا ہے۔ وہ بہت مقرب ہے۔ اس درجہ کو قطبیت کبرےٰ

بولتے ہیں۔ اور ہر ایک ایسے درجہ والے کو اُسکی حسبِ منزلت خلعت دیا جاتا ہے۔ جیسے بظاہر کسی صاحبِ منصب کو بادشاہوں کیطرف سے خلعت جسپر کوئی نشانِ عطیہ یا اُسکے منصب کا نام خاص شاہی اصطلاحی حرفوں میں منقش ہوتا ہے دیا جاتا ہے۔ اسی طرح باطنی درجہ والوں کو بادشاہوں کے بادشاہ کیطرف سے خلعت عطا ہوتے ہیں۔ جنپر خاص اعزازی نشان اور اُس مقام کا نام جسپر وہ قائم ہوا۔ اصطلاحی حروف میں مطرز ہوتا ہے۔ مثلاً جو شخص کہ مقامِ واحدیت میں ممتاز ہو۔ اُس کا خلعت آیۃ الکرسی ہے۔ اور نقش یعنی نشان الٓمٓ۔ اور جو مقامِ احدیت میں فائز ہو۔ اُس کا خلعت سورۂ اخلاص یعنی قل ہو اللہ احد کا اور نشان یعنی نقش نٓ اور یہ مقام منتہی المقامات ہے۔ جو کسی منتہی الدرجات کو ملتا ہے۔ اور اسی کا نام **ولایتِ محمدیہ** ہے۔ سوائے جناب محمد مصطفےٰ حبیبِ حق صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کُلاً وجمعاً کسی نے اس کو طے نہیں کیا۔ اور اسکے انتہا کو نہیں پہنچا۔ آپ کو حقیقۃً و حقّیہ عطا ہوا۔ اور ونکو آپکی تبعیت و معیت میں ملا۔ **والذین معہ** میں اشارہ یہی ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ درجہ آپکی ظاہری باطنی یا باطنی معیت حاصل کرنے والوں کو عطا ہوتا ہے۔ اور جب کسی ولی اللہ کو یہ درجہ دینا ہوتا ہے۔ تو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (جو حقیقۃً والیٔ ولایت و وارثِ مقامِ احدیت ہیں۔ اور سب درجے آپ ہی کی طفیل ملتے ہیں) بارگاہِ قدس جل جلالہ و عز شانہ میں اسکے لئے سفارش کرتے ہیں بعد منظوری بحضور مقربانِ بارگاہِ احدیت حاملانِ لوائے نبوّت و رسالت و کبرائے واصلین و ملائکہ مقربین اُس کو مجوزہ خلعت پہنایا جاتا ہے۔ اور تاجِ کمالیت

سر پر رکھا جاتا ہے۔ تاکہ وہ ولایتِ محمدیہ میں بطورِ نیابت وخلافت حکومت کرے۔

بہجۃ الاسرار کے صفحہ ۸ پر بسندِ صحیح بقیدِ تاریخ وسنہ مروی ہے۔ کہ شیخ الشیوخ معمر ابو المظفر منصور بن مبارک۔ اور امام ابو محمد عبداللہ بن ابی الحسن نے بغداد و سنہ ۶۰۱ھ میں بیان کیا۔ کہ ہم نے سید شریف شیخ قدوۃ ابو سعید قیلوی رضی اللہ عنہ سے سُنا ہے۔ کہتے تھے۔ کہ جب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے قدمی ہذہ علے رقبۃ کل ولی اللہ کہا۔ تو حق تعالےٰ نے آپ کے دل پر تجلی کیا۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور سے فرشتوں کی ایک جماعت آپ کے لائق منصب خلعت پہنانے کو حاضر ہوئی۔ جہاں تمام اولیاء اللہ گذشتہ وحال باجساد وارواح بصورتِ مثال دربروزا اور رجال الغیب پا برہنہ۔ اور فرشتے اس قدر حاضر تھے۔ کہ افق دکھائی نہیں دیتا تھا۔

شیخ مکارم قدس سرہ فرماتے ہیں۔ کہ شیخ عبدالقادرؓ کے قدمی ہذہ الخ کہنے کے وقت مجھے خداوندِ کریم نے دکھایا۔ کہ کوئی ولی وابدال کنارۂ زمین پر باقی نہ رہا۔ جو علمِ قطبیت سیّد عبدالقادرؓ کے نیچے حاضر نہوا ہو۔ اسوقت تصریفِ عام نافذ فی الوجود کا **خلعت** جو نقوشِ شریعت وطریقت سے منقش اور طرازِ حقیقت سے مطرز تھا۔ آپ کو پہنایا گیا۔ اور **تاج** غوثیت آپ کے سر مبارک پر رکھا گیا۔ تو ابدالِ عشرہ۔ خواصِ مملکت۔ سلاطینِ وقت۔ وارثانِ ولایتِ محمدیہ۔ ۱۔ شیخ بقا بن بطو۔ ۲۔ شیخ ابو سعید قیلوی۔ ۳۔ شیخ علی بن ہیتی۔ ۴۔ شیخ عدی بن مسافر۔ ۵۔ شیخ موسیٰ زوالی۔ ۶۔ شیخ احمد رفاعی۔ ۷۔ شیخ احمد طفشونجی۔ ۸۔ شیخ ابو محمد عبداللہ بن عبداللہ مصری۔ ۹۔ شیخ حیات بن قیس حرانی۔

۱۰۔ شیخ ابومدین مغربی اسوقت حاضر تھے۔ (اصل کتاب دیکھو)

تیجان جمع تاج کی ہے۔ چونکہ مدارج قرب لامعدود ہیں۔ اور سالک ان مدا
کو بتدریج ترقی کرتا جاتا ہے۔ توجس درجہ پر پہونچتا ہے۔ اُسی درجہ کی خلعت اور تا
عطا ہوتا ہے۔ یہانتک کہ وہ کمال کو پہونچ جاتا ہے۔ پھر اُس کو درجۂ کمال کی خلعت
وتاج مرحمت ہوتا ہے۔ اور جب ایسی عزت کی۔ تو اپنی بادشاہی کے قوانین

۱۱ **وَاَطْلَعَنِیْ عَلٰی سِرٍّ قَدِیْمٍ وَقَلَّدَنِیْ وَاَعْطَانِیْ سُؤَالِیْ**

اور رازِ قدیم اور اسرارِ پوشیدہ پر بھی اطلاع دی۔ اور اس میں مجھے معت
یعنی تابعِ امر بنایا۔ کہ مَیں بے حکمِ فیاضِ ازلی کچھ نہیں بتا سکتا۔ اور جو میں نے
مجھے دیا۔

سرّ قدیم اسرارِ ازلیہ ہیں۔ اور اسی میں سرّ عماء بھی ہے۔ جس کا اش
بجواب اَیْنَ کَانَ رَبُّنَا قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ الْخَلْقَ کے جواب کَانَ فِیْ عَمَاءٍ میں ہے۔
علم ہے جو مومیٰ الیہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ کا ہے۔ یہ وُہی علم ہے۔ کہ جس ک
حاصل ہوا۔ وہ ماسواہ سے مُستغنی ہوا۔

اصطلاح قوم میں غیب کو بھی کہتے ہیں۔ تفسیر تستری مطبوعہ میمنیہ مصر ۱۳۲۹
کے صفحہ ۹ سطر ۱۳ میں ہے۔ (ترجمہ) ابوبکر کہتے ہیں۔ کہ حضرت ابومحمد سہیل بن
متوفی ۲۸۳ھ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو حکمت دس

دی ہے؟ فرمایا ہاں دی ہے۔ حکمت بھی۔ غیب بھی۔ اور میں نے اُس کے ستر
سے اِس غیب کو لیا ہے۔ جس نے مجھے دیگر تمام علوم سے مستغنی کر دیا ہے۔
بیت میں۔ اَطْلَعَ۔ قَلَّدَ۔ اَعْطَا۔ متعدی مصدروں سے مُشتق ہیں۔ یعنی
خدا نے ہی مجھے واقف بنایا۔ اُسی نے اپنے قابو میں رکھا۔ اُسنے مجھے جو مانگا دیا۔
خداوند علام الغیوب جس کو چاہے۔ علم غیب دے۔ اِس میں کوئی کسی کو اِنکار
نہیں۔ البتہ اگر کوئی کہے۔ کہ میں بالذات عالم الغیب ہوں۔ تو اِس میں سَبْ کو
انکار ہے۔ اولیاء اللہ کو الہام ہوتا ہے۔ اور بحسب استعداد مُلْہَمْ الہام کئی
قسم کا ہے۔ اور جب کوئی ولی اللہ یہ کہے۔ کہ خدا نے مجھے خبر دی۔ جیسے کہ اس بیت
میں ہے۔ تو اسپر کیا اعتراض ہے۔ پیچھے کے چار بیتوں میں یصرفنی اور کسانی
اور اطلعنی اور قلدنی اور اعطانی اور آگے کے بیت میں
ولانی کا فاعل ذوالجلال ہے۔
سلسلۂ کلامی میں آپ نعمائے الٰہی کا اپنے پر بیان کرتے ہوئے ایک
اور نعمت کا اظہار فرماتے ہیں۔ کہ علاوہ کسائے خلعت وعطائے تاج کمالیت مجھے
اطلاع بر اسرار قدیمہ دی۔ اور میری خواہشوں کو پورا کیا۔

۱۱ وَوَلَّانِیْ عَلَی الْاَقْطَابِ جَمْعًا
فَحُکْمِیْ نَافِذٌ فِیْ کُلِّ حَالٖ

اور مجھکو سب قطبوں پر سرداری اور حکمت عطا کی۔ سو میرا حکم (اُنپر اور اُنکی وساطت
نیچے کے مشائخ پر یا دیگر اشیاء پر) ہر حال میں جاری ہے۔

اقطاب وما دونہم پر آپ کا اولوالامر ہونا۔ اِس بیت کے آگے پیچھے جا بجا
مذکور ہے۔ امام عبدالوھاب شعرانی رضی اللہ عنہ نے الیواقیت والجواہر مطبوعہ میمنیہ
مصر جلد ۲ صفحہ ۸۱ میں اولوالامر اقطاب کو لکھا ہے کہ جن کی اطاعت بحکم اطیعوا
اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ کافۂ اہلِ اسلام
واجب ہے۔ اور اگر اقطاب جو حکمائے امراضِ روحانی وشناسائے اعراض
نفسانی ہیں۔ مفروض الطاعۃ نہیں۔ تو پھر اور کون ہیں۔ آپ کا دعوےٰ بشہادت
ابدال واقطاب کما مرّ یہ ہے۔ کہ مَیں اِن اولوالامروں پر بھی اولوالامر ہوں۔ جو
ارکانِ عالم ہیں۔ اور صرف اشیائے حِسّی مثلاً انسانوں پر ہی جو مادوں سے مرکب
حکم جاری نہیں۔ بلکہ اللہ کے کرائے مادوں پر بھی مثلاً۔ آگ۔ پانی۔ ہوا۔ مٹی
وغیرہ پر میرا حکم ہے۔ اور غیر حِسّی اشیاء مثلاً سال وماہ بھی میرے ایسے تابعدار
ہیں کہ اُن میں جو گذرنا ہو۔ اُسکی مجھے خبر دیکر دُنیا پر گذرتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے۔ کہ خدا اُس کی مانتا ہے۔ جو اُس کی تابعداری کرتا
ہے۔ یہ آپ نے ابوطالب کو فرمایا۔ جبکہ اُسنے کہا تھا۔ اِنَّ رَبَّکَ الَّذِی تَعْبُدُ لَیُطِیعُکَ
اے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرا رب تیری مانتا ہے (انوار المحمدیہ من مواہب
اللدنیہ صفحہ ۳۶۴)

اور یہ بھی حدیث میں ہے۔ کہ جب کسی بندہ کو خدا تعالےٰ اپنا پیارا بنا لیتا ہے
تو جبرائیل کو حکم دیتا ہے۔ کہ تو تمام عالم ارض وسما میں منادی کر دے کہ میں

سکو اپنا پیارا بنایا ہے۔ تم سب جو زمین و آسمان کے رہنے والے ہو اُسے اپنا پیارا بنالو۔
مشکوٰۃ) اس حکم کو سُنکر سب چیزیں اُسکو اپنے دل میں جگہ دے رکھتی ہیں۔ اور جو وہ
ے انتی ہیں۔ کیونکہ وُہ خدا کا محبوب ہے۔ وہ خود اسکی مانتا ہے۔

انبیاء و اولیاء کو خدا کی تابعداری سے یہہ بات حاصل ہوتی ہے۔ حضرت
یمان علے نبینا و علیہ السلام خدا کے پیارے اور فرمانبردار تھے۔ جنّ۔ بھوت۔ کیڑے
ڑے۔ درند۔ پرند۔ بر و بحر۔ آگ۔ پانی۔ بادل۔ ہوا پر آپکا حکم جاری تھا۔ ایسے
ی دیگر رُسل و انبیاء علیہم السلام مثلاً سیّد الرسل و افضل الانبیاء جناب محمد مصطفےٰ
یہ و آلہ التحیۃ والثناء کہ خدا کے محبوب اور فرمانبردار تھے۔ خدا کی سب چیزیں آپکی
بعدار ہیں۔ بلکہ آپ کے بعد بھی آپ کو پہچانتی اور مانتی ہیں۔ چنانچہ آپ کے
م سفینہ پر جب شیر نے حملہ کیا۔ تو اُس نے آپ کا نام لیکر جتا دیا۔ کہ میں اُنکا غلام
ں۔ وُہ سنکر اُس کا غلام ہو گیا۔ حیوۃ الحیوان جلد ا صفحہ ۲۹ رواہ البزار والطبرانی
لحاکم والبیہقی فی دلائل النبوت۔

حضور فیض گنجور محبوب حق سیّد کائنات علیہ و آلہ الصلوٰۃ بادلوں کو انگلی کے
شارہ سے جدھر چاہتے بھیجدیتے۔ (بخاری و مشکوٰۃ) آپ کی جنّوں۔ انسانوں
ند۔ پرند۔ درند و غیرہ اشیاء پر حکمرانی کی مثال محتاج قال نہیں۔

عمار یاسر رضہ کے لئے آپ نے آگ کو سرد ہونے کا حکم دیا۔ پہاڑ کو جبکہ وہ کانپ
تھا۔ ٹھیر جانے کا۔ درختوں کو آپس میں ملجانے۔ پھر جدا ہو کر اپنی اپنی جگہ جا ٹھیرنے کا۔
ر۔ کنکر کو بولنے کا۔ اسی طرح حیوانوں پر بھی آپ کا حکم تھا۔

غرض آپ کا حکم ہر حسّی و غیر حسّی اشیاء پر جاری ہونا روایاتِ صحیحہ سے ثابت

ہے حضرت عمرؓ فاروق رضی اللہ عنہ کا دریائے نیل کو خط لکھنا۔ اور بہ تعمیلِ حکم اسکا
بہر کر جاری ہونا۔ (چنانچہ تفسیر کبیر جلد پنجم مطبوعہ عامرہ شرقیہ مصر کے صفحہ ۳۶۵ میں ہے)
اور مولے مرتضےٰ علی کرم اللہ وجہہ کا دریا کے پانی کو اُتارنا معتبر ذرائعہ سے مروی ہے
پھر بعد از صحابہ و آئمۂ اہلبیت آپ کی امت کے اولیا اللہ کو بحسب قانونِ قدیم
والذین اوتوا العلم درجات (یعنی جنکو ہمارا علم دیا جاتا ہے۔ وہی صاحب
درجات ہیں۔ اور حسب منشائے تقریر مقربِ اعظم۔ مجری قواعد ربانی۔ منفذ احکام
سبحانی۔ شفیع ہر عاصی و جانی۔ اولئك قلوبهم مصابيح الهدى يخرجون
من كل غبراء مظلمة (یعنی یہ وہی ہیں جنکے دل چراغ روشن ہیں) اور مظہر اسرار
ازلیہ۔ راوی روایاتِ قدسیہ وانا على قدم جدی محمد (میں اپنے جدا مجد محمد
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم پر ہوں۔) سب اشیاء پر اختیار دیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت
غوثیہ فرماتے ہیں۔ کہ جب کہ حق تعالےٰ مالکِ اشیاء کسی کو ایسا کر سکتا ہے۔ اور کر دیتا
ہے۔ کہ وہ بحسب شواہد بالا کُنْ (کلمہ امر الٰہی) سے کچھ کرسکے۔ اور اسکو اپنا روح اور
اپنا کلمہ بنا لیتا ہے۔ چنانچہ مجھکو بھی یہہ درجہ عطا فرمایا ہے۔ اور رُوحِ حق و سرِّ لطیف
مجھکو بخشا ہے۔

۱۲ فَلَوْ اَلْقَيْتُ سِرِّىْ فِىْ بِحَارٍ
لَصَارَ الْكُلُّ غَوْرًا فِى الزَّوَالِ

تو اگر مَیں اپنے سِر کو یعنی قوتِ ارادی کو جو اثر فیضانِ ارادتِ الٰہی ہے۔ اور ہر وقت

قلبِ واصل و مقرب میں ہوتی ہے۔ دریاؤں میں ڈالدوں۔ تو وہ حکم کو مان کر خشک ہو جائیں۔
یہ ترجمہ سلسلۂ کلامی کی ترتیب سے ہے۔ لیکن ظہورِ معانی کے لحاظ سے یہ کہ جس سِتر کو
میرے دل نے اُٹھایا ہے۔ وہ اگر میں دریاؤں میں ڈالوں۔ تو وہ برداشت نہ کر سکیں
اور ہیبت و خوف کے مارے نیست ہو جائیں۔ پس سِتر سے مراد وہ امانتِ الٰہی ہے۔
جسکو حق تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ انا عرضنا الامانۃ علے السمٰوٰت والارض
فابین ان یحملنھا واشفقن منھا وحملھا الانسان وکان الانسان
ظلوما جھولا۔

آیہ کریمہ میں **انسان** سے مراد انسان کامل ہے۔ **ظلوم** نفسِ بد پر ظلم
کرنے والا۔ اسکو مقہور و مغلوب کرنے والا۔ **جہول** جاہل من غیر اللہ و عالِم بہ۔ کیونکہ
اگر ظلوم و جہول کے معنی وہی کریں۔ جو اہلِ لغت و اصحابِ ظواہر کرتے ہیں۔ پھر طلاقتِ لفظ
انسان دشمنِ ایمان ہے۔ کیونکہ انسان رُسل و انبیاء سیّما علے افضل الرسل والانبیاء
پر بھی بولا جاتا ہے۔۔

یہی وہ سِتر ہے جو جناب فخرِ رسالت۔ مالکِ نعمت و برکت نے ایک پیالہ
پانی پر وفور و کثرت کے لئے اپنے دستِ فیض پیوست سے ڈالا تھا۔ جبکہ جنگِ تبوک
میں قلّتِ آب کی شکایت سُنی۔ تو پانی فوارے کی طرح آپ کی اُنگلیوں کی گانٹھوں
سے نکلا۔ (انوار المحمدیہ صفحہ ۱۸۲ ۔ و مشکوٰۃ بذکرِ جنگِ حدیبیہ صفحہ ۵۲۴)

اِسی سِتر کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بصورتِ حرفیہ کہکر دُور سے
بقوتِ ارادیہ اُچھل آنے کے لئے۔ اور حضرت علی مرتضےٰ سلام اللہ علیہ نے فرو ہونے
کے لئے نوکِ کمان پر رکھکر دریا میں ڈالا تھا۔ حضرت علا حضرمی رضی اللہ عنہ

اسفارِ حربی سے کسی سفر میں ایک دریا پر پہونچے۔ جسکے پار جانا تھا۔ لیکن وہاں کشتی نہ تھی۔ تو آپ نے اِسی سِرّ کو دریا پر ڈال دیا۔ اور جیسے کہ خشکی پر چلے آتے تھے۔ سو کمے پیرا و پر سے پار ہو لئے۔ (حیوٰۃ الحیوان علامہ دمیری شافعی جلد اول صفحہ ۱۱۴)

یہ سِرّ (قوتِ ارادی) حقیقت میں ارادتِ الٰہیہ کے فیضان کا وہ اثر ہے۔ کہ جس سے امرِ تکوین وابستہ ہے۔ چنانچہ کلامِ قدس وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ۔ اِس کا شاہد ہے۔ واصل چونکہ اپنے تمام ارادوں کو ارادۂ الٰہی میں فناء کر چکتا ہے۔ اس لئے اس سے ظہورِ ارادۂ باری اسطرح ہوتا ہی جیسے کہ آپ فرماتے ہیں

۱۳ وَلَوْ اَلْقَيْتُ سِرِّىْ فِىْ جِبَالٍ
لَدُكَّتْ وَاخْتَفَتْ بَيْنَ الرِّمَالِ

اور اگر میں اُسی سِرّ کو پہاڑوں پر ڈالوں۔ تو وہ ذرہ ذرہ ہو کر اُڑ جائیں اور ریگ میں ناپدید ہو جائیں۔ یعنی تجلّئے الٰہی کی برداشت نہ کر سکیں۔ جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ فلما تجلے ربہ للجبل جعلہ دکا وخر موسے صعقا سلسلہ کلامی میں پہاڑ کے فرمانبردار اور حکم ماننے کا ذکر ہے۔ جو سِرّ قدیم کے اثر کے خواص سی ہے آیۂ لو انزلنا ھذا القرآن علے جبل لرأیتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ میں قرآن سے مراد اسی سِرّ کی ہے۔ جو حق تعالےٰ اپنے علم میں لائق جانکر کسی بندے کو عطا فرماتا ہے۔ جن عالموں نے خواصِ قرآنی کے تجربے کئے ہیں۔ وہ انکار نہیں کر سکتے۔ شمس المعارف الکبرےٰ۔ مجربات علامہ دیربی۔ تاج الملوک

جواہر خمسہ۔ درّ النظیم فی خواصِ قرآن العظیم۔ الدار والدواء۔ و دیگر کتبِ اعمالِ
قرآنی۔ دیکھنے اور عمل کرنے سے یقین ہو سکتا ہے۔ علماء کے نزدیک تو نہ معلوم
کہ اس آیۂ ولو ان قرآنا سیرت به الجبال او قطعت به الارض او کلم
به الموتیٰ بل لله الامر جمیعا کے معنے کیا ہیں۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ ہیں۔ کہ
"اور کیوں نہ قرآن ایسا ہوتا۔ کہ اُس سے پہاڑ چلا دئے جاتے۔ یا زمین کاٹ دیجاتی۔
یا مُردہ سے اُسکے اثر سے باتیں کرائی جاتیں۔ یعنی مردہ زندہ ہوتا۔ تو کہہ یہ مشکل ہے؟
بلکہ ایسے کام تمام اللہ کے لئے مسلّم ہیں۔ یعنی خدا کے کلام سے یہ سب کچھ
ہو سکتا ہے۔"

اِن بیتوں میں سِر کا لفظ ضمیر متکلم مضاف الیہٖ کے ساتھ کا مشار الیہ وہی
سِرِ قدیم ہے۔ جو منبعِ قوتِ تصریفی ہے۔ اور کہ جسکا مُطّلِع و مُعطی ذاتِ خالقِ
کائنات کو قرار دیا گیا ہے۔ اور اصطلاحِ قوم میں گاہے سِرِّ قدیم سے مراد
کلامِ قدیم بھی ہوتی ہے۔ کیونکہ ذاتِ قدیم کے صفات بھی قدیم ہیں۔ اور
اقطاب کو اسرارِ کلامی مثلاً قرآن مجید کے اصطلاحات مقطعات و متشابہات
کے معانی و خواص عطا کئے جاتے ہیں۔ وہ اسی سے کرتے ہیں جو کرتے ہیں۔ جناب
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہجرت کی رات اتنے دشمنوں کی آنکھوں کے
نیچے سے فاغشینٰہم فہم لا یبصرون پڑھکر نکلجانا۔ اور جنگِ بدر میں ایک
مُشت کنکر کو شاہت الوجوہ کہکر پھینکنا۔ اور لاکھوں بہادروں کو بھگا دینا
کلامِ قدیم کا اثر تھا۔ صحابۂ کرام و ائمۂ عظام و اولیائے امت کو یہ معانی
و خواصِ کلامِ قدیم وراثۃً علے حسب المراتب سینۂ فیضِ خزینۂ مصطفویہ سے ملے

ولا اولیا ء منہا حظ وافر ومن شاء الاطلاع علیہا فلینظر فی کتب المقامات۔

سرّ اللہ کے اثر سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔ اور سب چیز صاحب السر کے زیر تصرف ہے۔ حضرت غوثیہ فرماتے ہیں۔ چونکہ مجھے وہ سِرّ حاصل ہے اور میں صاحب السرّ ہوں۔ اسلئے اشیاء میرے زیر تصرف ہیں۔ جیسے دریاؤں پہاڑوں پر سِرّ ڈال دینے سے میرا تصرف ہے۔ ویسی ہے

۱۴ وَلَوْ اَلْقَيْتُ سِرِّىْ فَوْقَ نَارٍ لَخَمِدَتْ وَ انْطَفَتْ مِنْ سِرِّ حَالِىْ

اگر میں اُسی بھید کو آگ پر ڈال دوں۔ تو وہ ہر چند کہ سب کو جلا دینے والی ہے۔ اور غالب ہے۔ پر میرے سِرّ حال[1] (سرّ اللہ) سے جیسا کہ میں چاہوں۔ میرے تصرف کو قبول کرے اور سرد ہو کر نیست ہو جائے۔

ظہورِ معانی کے لحاظ سے معنی یہ کہ جس چیز کو میں اُٹھائے ہوئے ہوں۔ اسکو اگر آگ کے سامنے کروں۔ تو وہ متحمل نہ ہو۔ اور اُس کی برداشت سے عاجز ہو کر اپنے آپ میں رہ چکے۔

جس شخص کے دل میں یہ سرّ ہوتا ہے۔ وہ صاحب السرّ ہے۔ اور قرآن کریم میں اُسے مومن کہا گیا ہے۔ اور یہ درجہ بہت ہی بڑا ہے۔ ولما یدخل الایمان فی قلوبہم

[1] حال بے اختیاری ہے جو قلب پر وارد ہو۔ یہی حال اگر ہمیشہ رہے۔ اور ملکہ راسخ ہو جاوے۔ تو اُسے مقام بولتے ہیں۔ پچھلے سے پچھلے ۲۲ بیت مقامی فوقکم مازال حالی میں یہی مقام مراد ہے۔ اور حال و مقام میں فرق یہ ہے۔ کہ حال وہبی ہوتا ہے۔ اور مقام کسبی۔ اور سرّ حالی سے مراد اُس قوت کی ہے۔ جو موہبت آلہی سے حاصل ہو۔ اور پھر وہ ملکہ راسخ ہو کر وجود صاحب السرّ میں متمکن ہو جب مقام

میں یہی **ایمان** مشار الیہ ہے۔ اور چونکہ قلب ایمان یقین ہے۔ اور وہ مشاہدہ سرّ ہے
اور مشاہدہ معتبر باطمینان ہے۔ جو نتیجۂ شہودِ عینی ہے۔ ایسے ایمان والا صاحبِ تصرف
بھی ہوتا ہے۔ اور تصرف فی الاشیاء درجۂ تکوین ہے۔ چنانچہ سیدنا حضرت
ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ و علیہم السّلام اعلیٰ درجہ کے مومن موحد تھے۔ اور اقامتِ
حججِ قاطعہ و براہینِ ساطعۂ توحید کے لئے اُنکو تصرف عطا ہو چکا تھا۔ لیکن اُنہوں
نے ازدیادِ یقین کے لئے مشاہدۂ قلبی پر شہودِ عینی کا سوال کیا۔ یعنی تصرف کو برت
کر دیکھنے کی اجازت لی۔ اور دیکھ لیا۔

مقربین اور واصلین کو ہر حالت و ہر آن ہر حرکت ہر سکون میں اذن لینا پڑتا ہے۔
اور بے شک و شبہ اگرچہ تصرف اذنِ معنوی ہے۔ لیکن مقرب کو چہرۂ بے مثل دیکھنا
پڑتا ہے۔ **ف** امر۔ اذن۔ حکم تین لفظ ہیں۔ لغتہً امر کسی کام کے کرنے کے لئے۔
اذن مالکِ اذن کے چہرہ سے اُسکی مرضی معلوم کرنے کے لئے۔ اور حکم فصلِ منازعات
کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ آیۂ من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ اور احی
الموتی باذن اللہ میں مقربوں کے لئے اذن کا یہی معنی ہے۔

بوقتِ ضرورت مثلاً کسی کے انکارِ حق یا نصرتِ مظلوم یا کسی طالب ثبوت
کے لئے انبیاء و اولیاء کو تصریف بذریعۂ اس سرّ کے جو اُس کو عطا ہو۔ اور اُسکے خواص
سے ظہورِ فعل مطلوب ہے۔ عمل میں لانا پڑتا ہے۔ چنانچہ کتاب مظاہرِ حق جلد ۴ باب
جامع المناقب صفحہ ۵۴۰ میں ہے۔ کہ عمار رضی اللہ تعالےٰ عنہ قدیم الاسلام تھے۔ اور
ان مستضعفین سے تھے۔ جن کو ترکِ اسلام کرانے کے لئے بہت تکلیف دیجاتی تھی۔
یہاں تک کہ ایک دن مشرکوں نے آگ جلا کر اُن کو ڈالدینا چاہا۔ اتفاقاً جناب رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف لے آئے۔ دیکھکر فرمایا۔ یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلَامًا عَلٰے عَمَّارٍ کَمَا کُنْتِ عَلٰے اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ۔ یعنی اے آگ عمار پر ٹھنڈی ہوجا اور اسے تکلیف نہ دے۔ جیسے تو ابراہیم علیہ السّلام پر ٹھنڈی ہوئی۔ ایک دفعہ مدینہ شریف کے کسی محلہ میں آگ لگ گئی۔ حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی۔ آپ نے ایک ٹھیکری پر یہ لکھکر یَا نَارُ اُسْکُنِیْ بِاِذْنِ اللّٰهِ (اے آگ اللہ کے حکم سے بُجھ جا) حکم دیا۔ کہ اسکو آگ میں ڈال دو۔ وہ آگ فوراً بُجھ گئی۔ (کبیر صفحہ ۲۶۵)

چونکہ دریا کو متغائر۔ پہاڑ کو ریگ میں مختفی۔ اور آگ کو منطفی کرنے سے روح کا کسی جسم میں جسکو وہ چھوڑ گیا ہو واپس لانا بہت بڑی بات ہے۔ اور نبی کیلئے منجانب اللہ ہونے کا۔ اور ولی کے لئے بقدرۃ اللہ ہونیکا بھارا ثبوت ہے۔ اسلئے آخر پر فرماتے ہیں۔ میرے سر سے دریا خشک ہوجائیں۔ پہاڑ ٹلجائیں۔ آگ بجھ جائے۔

اشعار	وَلَوْ اَلْقَیْتُ سِرِّیْ فَوْقَ مَیْتٍ لَقَامَ بِقُدْرَةِ الْمَوْلٰی تَعَالٰی	۱۵

اور اگر میں اپنے اُسی سر کو (جو سر اللہ ہے) کسی مُردہ پر ڈالدوں۔ تو بحکم مولٰی برتر وہ بھی زندہ ہوکر اُٹھ کھڑا ہو۔ اور میری طرف چل آئے۔

اسی سر کو امر بھی کہتے ہیں۔ اور آیہ قل الروح من امر ربی میں اسی امر کی مراد ہے۔

بہجۃ الاسرار مطبوعہ مصر ۱۳۰۴ھ کے صفحہ ٦۵ پر ہے۔ خبر دی ہمکو ابو محمد صالح بن

یحییٰ بن محمد قرشی بغدادی نے قاہرہ میں سنہ ٦٧٣ھ میں۔ اُنہوں نے کہا خبر دی۔ ہم کو شیخ
ابوالحسن علی بن سلیمن بغدادی معروف بہ خباز نے بغداد میں سنہ ٦٣١ھ میں۔ انہوں نے کہا
خبر دی ہمکو عمران کیمانی اور بزار نے۔ اور خبر دی ہمکو ابوالفتوح محمد بن عبداللہ بن ابی
المحاسن اسمٰعیل قرشی تمیمی قطفنی نے قاہرہ میں سنہ ٦٦٩ھ میں۔ اُنہوں نے کہا خبر دی ہمکو
شیخ ابوالحسن علی بن شیخ ابی المجد بن مبارک بن ظاہری حریمی نے حریم میں سنہ ٦١٥ھ میں۔ اور
شیخ ابوالحسن مشہور بخفاف بغدادی نے بغداد میں سنہ ٦٢٠ھ میں۔ ان دونوں نے کہا خبر دی
ہمکو ہمارے شیخ ابوسعود مشہور بہ مدتل نے بغداد میں سنہ ٥٧٩ھ میں۔ اور خبر دی ہمکو
ابوالحسن علی بن عبداللہ بن ابی بکر اہری ثم البغدادی نے قاہرہ میں سنہ ٦٧٠ھ میں۔ اور شیخ
ابوالحسن علی مذکور اور شیخ ابوالحسن خفاف نے کہا (ان دونو نے) خبر دی ہمکو ابوطاہر
خلیل بن شیخ ابی العباس احمد بن علی صرصری نے صرصر میں سنہ ٦٣٠ھ میں۔ کہا خبر دی ہمکو
میرے باپ نے۔ اور بھی خبر دی ہمکو ابوالحسن علی بن زکریا بن یحیٰے بن ابی القاسم ازجی
نے قاہرہ میں سنہ ٦٧١ھ میں۔ اُنہوں نے کہا خبر دی ہم کو قاضی القضاۃ ابوصالح نصر بن حافظ
ابی بکر عبدالرزاق۔ اور شیخ ابوالفضل اسحٰق بن احمد علثی نے بغداد میں سنہ ٦٣٢ میں۔ ان
دونوں نے کہا خبر دی ہمکو حافظ ابوبکر عبدالرزاق رضی اللہ عنہ نے بغداد میں سنہ ٦٠٠ھ میں
اور خبر دی ہم کو شیخ امام شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن شیخ علامہ عمادالدین ابی اسحٰق
ابراہیم بن عبدالواحد مقدسی حنبلی نے قاہرہ میں سنہ ٦٧٤ھ میں۔ کہا خبر دی ہمکو شیخ
شریف ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن عبداللہ مشہور بہ ابن منصور نے بغداد میں سنہ ٦٣١ھ میں
کہا خبر دی ہمکو شیخ قدوہ ابوعبداللہ محمد بن ابی المعالی بن قائدالاوانی نے سنہ ٥٨٢ھ میں
(سب نے کہا) کہ ایک عورت نے جناب شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے حضور

میں اپنے لڑکے کو حاضر کرکے عرض کیا۔ کہ آپ سے دلی محبت رکھتا ہے۔ اور کسی کام
کاج میں جی نہیں لگاتا۔ اسلئے میں آپ کے حضور میں اسے چھوڑتی ہوں۔ آپ اسے
رکھیں۔ اگر آپ کی خدمت میں رہے۔ تو میں اسے اپنا حق بخشتی ہوں۔ آپ نے اُسے
بطریق سلف مجاہدہ وریاضت پر لگا دیا۔ ایک دن وہ عورت اپنے بیٹے کو دیکھنے
آئی۔ دیکھا کہ وہ نہایت لاغر۔ اور بھوک و بیخوابی سے زرد چہرہ ہے۔ اور جَو کی روٹی کا
سوکھا ٹکڑا ہاتھ میں پکڑا ہے۔ سخت اندوہ ناک ہو کر آپکے پاس آئی دیکھا۔ کہ آپ بُھنی
ہوئی ککڑی کھا رہے ہیں۔ وُہ رہ نہ سکی اور بولی کہ آپ ککڑی بُھنی کھا رہے ہیں اور
میرا یتیم جَو کی روٹی۔ آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔ جب کھانا کھا چکے۔ تو اُس عورت کے
دیکھتے ہڈیوں پر ہاتھ رکھکر کہا۔ قومی باذن اللہ الذے یحی العظام وھی رمیم
وُہ زندہ ہو کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اور کڑ کڑ کرتی چلی گئی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تیرا بیٹا
بھی جب اس مقام تک پہنچے گا۔ تو میری طرح یہی کھائے گا۔

جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی باذن اللہ بہت مُردے
جلائے ہیں۔ چنانچہ کتبِ حدیث وآثار میں سب مذکور ہیں۔ بیہقی نے دلائل النبوت میں
لکھا ہے۔ کہ ایک شخص کو آپنے دعوتِ اسلام کی۔ اُس نے کہا۔ اگر آپ میری بیٹی کو
جو مر گئی ہوئی ہے۔ زندہ کردیں۔ تو مان لونگا۔ کہ آپ خدا کیطرف سے بھیجے ہوئے ہیں
اور اسلام سچا ہے۔ فرمایا چل مجھے اُس کی قبر دکھا۔ آپنے قبر پر کھڑے ہو کر لڑکی کو
بلایا۔ وُہ لبیک کہتی حاضر ہو گئی۔ پھر آپ نے فرمایا۔ تو دُنیا میں زندہ رہنا چاہتی ہے؟
اُس نے کہا نہیں۔ جو خدا کے پاس نعمتیں ہیں۔ وہ دنیا میں کہاں۔ انوار المحمدیہ صفحہ ۱۸۰
شرح شفا ملی قاری جلد ا صفحہ ۶۴۸۔

آپ کے زیرِ سایہ یعنی ظلی طور پر یہ کرامت صحابہ و ائمۂ اہلبیت رضوان اللہ علیہم کو بھی حاصل تھی۔ مدارج النبوت۔ شواہد النبوت۔ مواہب اللدنیہ۔ شفاء و اخبار ائمۂ آلِ اطہار سے عیاں ہے۔ حضرت پیر صاحب کو بھی یہ کرامت جنابِ مصطفویہ کے ظلی ہونے سے حاصل ہے۔

حسّی اشیاء کے زیرِ حکم ہونے کے بیان سے فارغ ہو کر غیر حسّی اشیاء کے تابعِ امر ہونے کا ذکر فرماتے ہیں۔ کہ اہلِ زمانہ ہی (احیاءً و امواتاً) نہ صرف میرے حکم میں ہیں۔ بلکہ خود زمانہ بھی میرا فرمانبردار ہے۔ کہ کوئی وقت

۱۶ وَمَا مِنْهَا شُهُورٌ اَوْ دُهُورٌ
تَمُرُّ وَتَنْقَضِيْ اِلَّا اَتَالِيْ

اور کوئی ایسا مہینہ و سال نہیں ہے۔ جو دنیا پر گذرے اور پہلے میرے پاس نہ آلے

۱۷ وَتُخْبِرُنِيْ بِمَا يَأْتِيْ وَيَجْرِيْ
وَتُعْلِمُنِيْ فَاَقْصِرْ عَنْ جِدَالِيْ

اور خبر نہ دے لے کہ مجھ میں مثلاً یہ کچھ گذرے گا۔ اور یہ واقعات ظاہر ہونگے۔ سو تو اے مخاطب چونکہ اس درجہ سے محروم ہے۔ اور بیخبر اسلئے میری بات کا انکار نہ کر۔ دکیونکہ میں صاحب درجہ ہوں اور مجھے خبر ہے)

کتاب بہجۃ الاسرار مطبوعہ مصر ۱۳۰۴ھ صفحہ ۲۱ پر ہے۔ جسکا ترجمہ یہ ہے (مصنف کتاب کہتا ہے) خبر دی ہم کو عبد السّلام بن ابی عبد اللہ محمد بن عبد السلام بن ابراہیم بن عبد السّلام نے (جو دراصل بصرہ کے تھے اور بغداد میں پیدا ہوئے اور قاہرہ میں سکونت کی تھی) ۶۷۱ھ میں۔ کہا خبر دی ہمکو شیخ ابو الحسن علی بن سلیمان بغدادی خباز نے بغداد میں ۶۳۳ھ میں۔ کہا خبر دی ہمکو شیخ ابو القاسم عمر بن مسعود بزاز اور شیخ ابو حفص عمر کیماتی نے بغداد ۵۹۱ھ میں۔ ان دونو نے کہا۔ کہ حضرت شیخ الشیوخ شیخنا عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کے دیکھتے ہوا پر چلے جا رہے تھے۔ اور فرما رہے تھے۔ کہ سورج جب تک مجھے سلام نہ کرے۔ اور جو اُس میں ہوتا ہو وہ نہ بتائے۔ اور مجھے عزت وجلال الٰہی کی قسم ہے کہ سعید و شقی لوح محفوظ پر میرے سامنے کئے جاتے ہیں۔ اور میں علم الٰہی اور مشاہدہ ربانی کے دریاؤں میں غوطہ زن ہوں۔ اور میں تم سب پر حجۃ اللہ ہوں۔ میں جناب رسول اللہ کا نائب اور وارث ہوں۔ فافہم ولا تجادل۔

خبر دی ہمکو ابو محمد بن حسن بن ابی القاسم احمد بن محمد بن شیخ ابی القاسم دلف بن احمد بن محمد بغدادی حریمی نے قاہرہ میں ۶۶۱ھ میں۔ کہا خبر دی ہمکو میرے جد بزرگوار محمد نے بغداد میں ۶۲۵ھ میں۔ کہا خبر دی ہمکو ابو القاسم دلف نے ۶۹۱ھ میں۔ اور کہا کہ میں اور ابو سعود ابو بکر خوضی اور شیخ ابو الخیر بشر بن محفوظ بن غنیمہ اور شیخ ابو حفص عمر کیماوی۔ اور شیخ ابو العباس احمد اسکافی اور شیخ سیف الدین عبد الوہاب حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جمعہ کے دن پچھلے پہر۔ ۲۹ رجمادی الاول ۵۶۰ھ میں حاضر تھے۔ اور آپ ہم سب کو مخاطب کر کے کچھ

فرما رہے تھے۔ کہ ہمارے دیکھتے ایک خوبصورت جوان آنکلا۔ اور سلام کرکے آپ کی ایک طرف ہو بیٹھا۔ اور عرض کیا کہ مَیں رجب کا مہینہ ہوں۔ اور مَیں آپ کو اُن واقعات کی خبر دینے آیا ہوں۔ جو مجھ میں ہونگے۔ مجھ میں لوگوں کو آرام و راحت ہوگی۔ سو ٹھیک ایسا ہی ہوُا۔ اور رجب کا سارا مہینہ کسی کو کچھ تکلیف نہوئی۔ جب اُنتیسویں ہوئی۔ تو اتفاقاً اُس روز بھی ہم آپ کیخدمت میں حاضر تھے۔ ہمارے دیکھتے ایک بدصورت شخص آنکلا۔ اور سلام کرکے بیان کیا۔ کہ میں ماہِ شعبان ہوں۔ اسلئے آیا ہوں۔ کہ آپ کو اُن واقعات کی خبر دوں۔ جو مجھ میں ہونگے۔ بغداد میں موت پڑے گی۔ حجاز میں قحط۔ خراسان میں جنگ۔ سو ایسا ہی ہُوا۔ اِسی طرح رمضان شریف کو بھی اچھی صورت۔ تجمل و وقار میں دیکھا۔ یہہ ہیں سچوں کی روایتیں۔ فما ظنک ایہا المعترض فہو الا الصلی ا ر۔

حضرت ابن عباس رضہ فرماتے ہیں۔ کہ ہر ایک عمل بصورتِ مناسب متصور ہوتا ہے۔ (خازن جلد ۲ صفحہ ۲۴۷) احادیث میں ہر ایک عمل کا بعد الموت متصور ہوکر پیش آنا ثابت ہے۔ تفسیر خازن مطبوعہ میمنہ مصر جلد ۲۔ صفحہ ۱۲۔ سطر ۱۳۔

بیہقی نے شعب الایمان میں عبدالحمید بن محمود سے روائت کیا ہے کہ مَیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس بیٹھا ہوُا تھا۔ ایک شخص نے حاضر ہوکر کہا۔ ہم چند آدمی حج کو آئے تھے۔ جب صفاح میں پہونچے۔ تو ایک ہم سے مرگیا۔ اُسکے لئے ہم نے قبر کھودی ناگہاں دیکھتے ہیں۔ کہ ایک سیاہ اژدہا لحد کو ِل کر بیٹھا ہے۔ ہم نے وہ چھوڑ دی اور ایک اور جگہ کھودی اُس میں بھی ویسا ہی دیکھا۔ پھر ایک اور جگہ کھودی۔ تو ویسا ہی نظر آیا۔ حیران ہوکر آپ کیخدمت میں عرض کی گئی ہے۔ کہ کیا کرنا چاہیئے۔ فرمایا وہ اژدہا نہیں۔ اُس کی عملوں کی صورت ہے۔ جاؤ اُن قبروں سے کسی میں دبا دو۔ یہ شخص گندم کا آٹا بیچا کرتا تھا۔ اور اُس آٹے

سے اپنا روز کا قوت نکالکر بقدر اُسکے جَو کا آٹا ملا رکھتا تھا۔ (حیوۃ الحیوان جلد ا ص۲۳)
اگرچہ ہمارے ہاں غیر حسی اشیاء کی کوئی صورت مرئیہ نہیں۔ لیکن اللہ تعالےٰ کے ہاں سب کی صورت ہے۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام ملدم اور طاعون کو اپنی مناسب شکل میں دیکھا۔ (جامع صغیر مطبوعہ میمنہ مصر ۱۳۲۱ھ جلد ا۔ صفحہ ۵۔ سطر ۱۲۔ و دیگر کتب حدیث)۔ اور جمعہ کو آپ نے شیشۂ روشن کی شکل میں دیکھا۔ (اشعۃ اللمعہ فی انوار الجمعہ)۔ آپنے دنیا کو اسکی مناسب صورت میں دیکھا۔ آپ فرماتے ہیں۔ عرضت علیّ الدنیا لیلۃ اسریٰ بی فی صورۃ امرأۃ خاسرۃ الذراعین فقلت لھا انی طلقتك ثلاثا۔
آپ نے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ کسی نے اگر کسی کو کچھ راحت دی۔ تو قبر میں اس کا یہ فعل (راحت) بصورتِ مہربان فرشتہ سیرت اُسکے پاس آئے گا۔ اور اُسکی دلداری کریگا۔ (مستطرف صفحہ ۱۲۷ رواہ ابن ابی الدنیا) یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ سورۂ الٓمٓ تنزیل پڑھنے والے کے لئے یہ سورہ ایک جانور کی شکل میں ہوکر آئے گی۔ اور اُس پر اپنے پَر رکھ دے گی۔

حضرتِ غوثیہ فرماتے ہیں۔ جبکہ مجھے ماجرائے دُہور و شہور کی خبر ہے۔ تو کیا مجکو مُریدوں کی خبر نہ ہوگی۔ (اِن جیسے صورت پذیر ہو کر میرے سامنے آویں۔ تو مَیں اُن سے نیک و بد کو پہچان لوں۔ مُرید کے کُرتے سے مجھے کوئی کیفیت معلوم ہو۔ خداوند جلّ وعلا نے جیسے مجھے اوقات وساعات کی خبر دے رکھی ہے۔ ویسے ہی اُس نے مجھے مریدوں کے انجام وختام کی خبر دی ہوئی ہے۔ (دیکھو شرح بیت دوئم قصیدہ) اور مجھے یہ بھی بشارت دی ہے کہ جو میرا سچا مُرید ہے۔ اور میرے راہ (کتاب وسنت) پر ہے۔ وہ کبھی

راہِ حق سے منہ پھیرے گا۔ اور وہ نجات پائے گا۔ فلہذا میں اُسے پکار کر کہتا ہوں کہ

١٨ مُرِیْدِیْ هِمْ وَطِبْ وَاشْطَحْ وَغَنِّ
وَافْعَلْ مَا تَشَآءُ فَالْاِسْمُ عَالٍ

میرے مرید! (حق قبول کرنے اور راہِ خدا میں چلنے کے لئے) تیار و کوشاں رہ۔ اور (اور اُسکے افعال پر بہ نسبت اپنے) خوشدل رہ اور (عنایاتِ الٰہی کو بجالِ خود تحدثاً بنعمۃ اللہ) بیباک بیان کر۔ اور (ماسوی اللہ سے) بے نیاز رہ۔ اور (محرمات سے بچکر مباحات میں بضرورت) جو جی چاہے کرلے۔ کیونکہ اسمِ حق (جو تیرے پاس ہے وہ سب سے) بلند تر ہے۔

آپ کا وظیفہ اسمِ حق ظاھر تھا۔ وکان لہ خطاوافرابھا۔ اور آپ اُسکے اثر خصوص سے فنا محض اور بوجہ اتم محویت پا چکے تھے۔ علامہ بونی رحمۃ اللہ علیہ شمس المعارف الکبرٰے جلد ۲۔ صفحہ ۴۴۔ میں لکھتے ہیں۔ کہ اسم ظاہر عالی قدر اور ستر جلی الامر ہے۔ اس کی مواظبت کرنے والے پر تمام اُمور مخفی ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اور امام شبراوی شرح اسماء حُسنٰے میں لکھتے ہیں۔ کہ اس اسم کے ورد رکھنے والے کو نورِ ولایت حاصل ہوتا ہے۔ اسلیئے یہ آپکا مواظبہ تھا۔ چنانچہ امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ جو مقبولِ محدثین و فقہاء و صوفیہ سُنیہ گذرے ہیں۔ اپنی کتاب کبریتِ احمر (مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۵۳) میں لکھتے ہیں۔

قال فی الباب السابع والتسعین وثلثمائۃ انما ظھر الشیخ عبد القادر الجیلی بالتصریف فی الوجود والتاثیر والدعاوی العریضۃ لان بعد من الحق تعالی کان حضرۃ الاسم الظاھر فاعطاہ مقام الصولۃ والھمۃ والشطح واظہار العلو علی امثالہ واشکالہ

بل علی من ہوا علے منہ فی مقامہ۔ یعنی شیخ اکبر محی الدین عربی رضی اللہ عنہ فتوحات مکیہ کے باب ۳۹۷ میں لکھتے ہیں۔ کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ عالم وجود میں تصرف کرنے اور اثر پہونچانے اور لمبے چوڑے دعاوی میں غالب اسلئے تھے۔ کہ وہ اسم ظاہر کے مظہر تھے۔ حق تعالیٰ کا شہود اُنپر اس اسم کے ظہور ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سے تھا۔ پس جو صاحب کشف و نورِ ولایت ہے۔ وہ صاحب غلبہ و تصرف بھی ہے۔ کیونکہ ظاہر اسمائے صفاتیہ جلالیہ سے ہے۔ اور اس کا معنے غالب بھی ہے۔ اسلیئے اسپر مواظبت کرنے والا اسکے تمام خواص کا مظہر بنجاتا ہے۔

بریں اتصاف آپ اپنے مرید کو فرماتے ہیں۔ کہ تو جب غیر اللہ سے مستغنی ہو جاوے اور محض تیرا تعلق اللہ ایک سے ہو۔ تو پھر تو جو چاہے کر۔ کر سکتا ہے۔ کیونکہ وہ کرنا تیرا کرنا نہیں اور چاہنا بھی تیرا چاہنا نہیں بلکہ خدا کا۔ وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ۔

افعل ما تشاء آپ اُس مرید کو فرما رہے ہیں جو ترکِ نفسانیت کرکے معاصی و محارم سے مجتنب اور مرضاۃ الٰہی میں صابر و ثابت قدم ہو۔ قصیدہ میں ہر جگہ مرید سے وہ مرید مراد ہے۔ جو طریقِ مقبولہ پر چلتا ہے۔ نہ وہ جو مرتکب کبائر اور فرائضِ الٰہی کے ادا کرنے سے قاصر اور حدودِ الٰہی سے باہر ہو۔ بھنگ بوزہ شراب۔ جوا۔ وغیرہ آثام میں لاپروائی اور عاقبت سے بے فکری رکھے۔

افعل بمعنی قل کیونکہ قول فعل ہے۔ تو اسکے یہ معنے ہیں۔ کہ کوئی بات از قسم شطحیات جس میں فخر و اظہارِ کرامت و خودی نہ پائی جاوے۔ بلکہ اظہارِ نعمت الٰہی ہو اور متقرا بانعامہ و احسانہ ہو۔ تو اس کی اجازت ہے۔ ورنہ کوئی پیر کسی مرید کو کہہ سکتا ہے۔ کہ جو تیری مرضی ہو کیا کر۔ ہاں اعتبارؔ اعلیہ شاید کسی مصلحت میں اُسے مجاز کر دے تو ہے۔ اور کہیگا بھی

وہی جو مرید کی نسبت یہ جانتا ہو۔ کہ وہ بُرا کام نہیں کرے گا۔ کیونکہ قوت ایمانیہ اُسکے دل و جوارح پر غالب آچکی ہے۔ اور فعل ممنوع و منہی عنہ اُس سے سرزد نہ ہوگا۔

وغنی۔ وافعل ماتشاء۔ تو سب سے بے نیاز رہ۔ اور تو جب غیر اللہ سے مستغنی ہوجاوے۔ اور محض تیرا تعلق خدا سے ہو۔ تو پھر تو جو چاہے کر سکتا ہے۔ کیونکہ وہ تیرا کرنا نہیں۔ بلکہ خدا کا کرنا ہوتا ہے۔ اور تیرا چاہنا تیرا چاہنا نہیں بلکہ خدا کا چاہنا۔ وماتشاؤن الا ان یشاء اللہ

بالغرض اگر اس کا معنے یہ ہی۔ کہ آپ اپنے مرید کو فرماتے ہیں کسی کی پروا نہ رکھہ۔ اور جو تیرا جی چاہے کر۔ تو یہ حضرت نے ہی نہیں کہا۔ آپ سے پہلے سب پیروں کا خالق۔ ہادیوں کا ہادی الٰہ رب الارباب بعینہا یہی کلمہ اپنے مریدوں کو کہہ چکا ہے۔ چنانچہ بخاری صفحہ ۸ سطر ۱۰ صفحہ ۵۵ میں ایک حدیث ہے۔ مختصراً اُسکا مضمون یہ ہے۔ کہ جبکہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ اصحابی بدری رضی اللہ عنہ نے اہل مکہ کو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامان حرب وغیرہ راز کی باتیں لکھکر ایک شتر سوار عورت کو دے بھیجا۔ اور آپ نے حضرت علیؓ کو بھیجکر اُس نامہ بر عورت کو جو حضرت حاطب کا خط سر کے بالوں میں چھپائے لئے جاتی تھی۔ راستہ میں تھوڑی دُور پرے پکڑوا منگایا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ حاطب نے یہ کام منافقانہ کیا ہے۔ اور خدا و رسول اور مومنین کی خیانت کی ہے۔ حکم ہو۔ تو اس کو جان سے ماردوں؟ آپ نے فرمایا کیا یہ بدری نہیں؟ اور تجھے یہ بھی خبر نہیں؟ کہ حق تعالٰے نے اہل بدر کے دلوں پر نظر رکھکر انہیں کہہ دیا ہوا ہے۔ کہ اعملوا ما شئتم جو چاہو کرو میں نے تم پر جنت واجب کر رکھی ہے۔

یہ کہی جاتی ہے کہ خداوند سُبحانہ و تعالٰی نے انہیں اپنی نفسانی خواہشوں کے پورا کرنے کی اجازت دی ہے۔ نہیں نہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ علام الغیوب۔ خبیر لطیف۔ ہمہ دان

مالکِ کون ومکان کے علم میں تہا۔ کہ اُن سے بُرا نہ ہوگا۔ اور اُنکا نفسِ اَمّارہ تا حیات مغلوب رہے گا۔ اور اگر کوئی ایسا فعل اُن سے سرزد ہوگا۔ جو فی الوقت بعید از مصلحت ہو اُنکی اجتہادی غلطی قرار پاکر باعث العذاب نہوگا۔ چنانچہ ایک مخلص صاحبِ اعتقادِ صحیحہ کا ذکر برائے اطمینان طالبانِ حق تفسیر خازن مطبوعہ میمنہ مصر کے جلد اول صفحہ ۲۸۵ سے یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ (ترجمہ) ابوہریرہ رض نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ جب کوئی بندہ گناہ کرکے حضور الٰہی میں (بصد نیاز وندامت) عرض کرتا ہے۔ کہ میرے اللہ میرا گناہ بخشدے۔ تو حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ میرے بندہ نے اگرچہ گناہ کیا ہے۔ مگر دل میں سمجھتا ہے کہ اسکا رب ہے۔ جو گناہ بخشتا ہے۔ اور سزا بھی دیتا ہے۔ پھر گناہ کرتا ہے۔ پھر بخشش مانگتا ہے حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ اگرچہ اس نے گناہ کیا۔ پر اُسے یقین ہے۔ کہ میرا رب ہے۔ جو گناہ بخشتا ہے۔ اور گناہوں کی سزا بھی دیتا ہے۔ پھر وہ بندہ گناہ کر بیٹھتا ہے۔ اور پشیمان ہوکر اللہ سے معافی کا خواستگار ہوتا ہے۔ حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ میرے بندے نے گناہ کیا ہے۔ لیکن اسکا دلی یقین ہے۔ کہ میرا رب گناہوں کو بخشدینے والا۔ خطاپوش۔ عذر نیوش ہے۔ اور مواخذہ کرنیوالا بھی ہے (واسطے اس کے اعتقاد وامید پر رب کہتا ہے) افعل ما شئت۔ جو تو چاہے سو کر معاف کئے بخشا۔ عبد الاعلیٰ اس حدیث کا راوی کہتا ہے۔ مجھے شک ہے۔ کہ ابوہریرہ رض نے اس روایت میں افعل ما شئت بندہ کے تیسری بار کے اقرار پر کہا یا چوتھی بار کے اقرار پر۔ یہاں اُس شخص کی حُسن اعتقادی پر غلطی اجتہادی معاف ہوتی رہی ورنہ یہ بھی کوئی بات ہے۔ کہ جب ایسا کرنا اور اس کی سزا پانا کسی کو بالتحقیق معلوم ہو۔ تو وہ صرف یہ سمجھکر کہ اللہ بخشنے والا ہی گناہ کرتا رہے اللہ کا فرمان ہے وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ (یعنی اللہ کیساتھ مغرور نہ ہو جاؤ۔ (کہ اللہ بخشدینے والا ہی مزے اڑاتے ہیں) پس جیسے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خداوند کریم کے اس لطف آمیز حکم سے اُن کو آگاہ کردیا ویسے ہی جناب محبوب سبحانی نے اپنے اُن مریدوں کو جن کی جان نثاری اور اخلاص بنسبت خود وعشق بلا بدل بہ نسبت وجود اطہر حبیب حق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باعلام الٰہی معلوم کی اور اُنکا نجات یافتہ ہونیکی منجانب اللہ خبر ملی۔

تو لطریق اعتبار کہدیا - کہ بظاہر جیسا بھی ہو ہو - اور جو کچھ بھی ہو ہو - لیکن باطناً ہم سے ہو - اور ہمارا ہو - قلب مطمئن ہونا چاہیئے - اظہارِ افعالِ باطنیہ واحوالِ قلبیہ واقوالِ صدریہ میں کسی وقت مصلحت معلوم ہو - جو دوسرے کو نہیں - تو آپ فرماتے ہیں - جو تو چاہے کر - اور کہہ اور میں تجھے حکم دیتا ہوں - کہ

۱۹ مُرِیدِی لَا تَخَفْ وَاشٍ فَاِنِّی
عَزُوْمٌ قَاتِلٌ عِنْدَ الْقِتَالِ

تو کسی بداندیش بے خبرنافہم (معترض) سے نہ ڈر کیونکہ میں ایسے بداندیش کے مقابلہ کے لئے تیار ہوں - اور اُسے مار ہٹانے والا ہوں -

معترض کو اعتراض کا موقع ہے کہ جہاں آپ نہیں دیکھ سکتے آپکو کیا معلوم کہ میرے مرید کو کیا تکلیف پہونچ رہی اور کون تکلیف دینے والا ہے - سو ایسے معترض کو پیچھے ہٹ کرو سوال بیت قصیدہ کا دیکھنا چاہیئے - آپ نے خود ہی اعتراض کا موقع نہیں دیا - بیت میں اطلعنی موجود ہے - جسکا معنے ہے مجھے خبردی - پس مُطلع یعنی خبر ہندہ تو سب کچھ دیکھتا جانتا ہے - بدینصورت اعتراض کا ستیاناس ہوگیا - اسکی نظیر مشکوٰۃ کے مناقب الصحابہ میں دیکھو - جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں - اللہ اللہ فی اصحابی اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضا من بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم ومن اٰذاھم فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اذی اللہ

فیوشک ان یاخذہ رواہ الترمذی - میرے اصحابوں کی نسبت کچھ کہنے میں خدا سے ڈرو- میرے دوستونکے بارہ میں خدا سے ڈرو- میرے بعد (ای مت) انکو اپنے خیال کا نشانہ نہ بناؤ- جو انکو اچھا جانے اور دوست رکھے سو میری دوستی کے سبب سے اور انکو جو برا جانے سو اسلئے کہ وہ مجھے بہی برا جانتا ہو- اور جس نے میرے صحابہ (مریدوں) کو ستایا- اُسنے مجھے ستایا- اور جسنے مجھے ستایا- اُس نے خدا کو ستایا- اور وہ اُسے جلدی پکڑیگا۔

اِس حدیث میں من بعدی کا لفظ جائے غور ہے- اور ترک شکایت و ایذائے صحابہ کا حکم کچھ اُسوقت کے حاضرین کو ہی نہیں- بلکہ الیٰ یوم القیام ہم تم سب کو۔ تو جس ذریعہ سے جناب رسالت و نبوت اپنے مریدوں (صحابہ) کی شکایت کو سُن لیتے ہیں- اور متاذی ہوتے ہیں- اسلئے آپ اپنے مریدونکو سُن لیتے ہیں- اور متاذی ہوتے ہیں- اسی ذریعہ سے جناب پیر اپنے مریدوں کی سُن لیتے ہیں- اور متاذی ہوتے ہیں- اسلئے آپ اپنے مریدوں کو تسلی دے رہے ہیں- کہ تم کسی بد اندیش سے نہ ڈرو- کیونکہ مَیں جو قرب حق پا چکا ہوں- اور اُسنے مجھے سر قدیم پر واقفیت عطا کی ہے- وہ مجھے تمہاری حالت کی اطلاع دینے میں بھی قادر ہے- اور میں تمہاری تکلیف کو سُنکر ہمت ہارنیوالا نہیں- بلکہ میں تیار ہوں اور موذی کو مارنے والا- اس بیت سے پیچھے کے بیت میں دیکھو کہ آپ اپنی نفی کرتے ہیں اور تمام تصرفات کے لئے لفظ بقدرۃ المولیٰ بولتے ہیں۔

خداوند جل و علا نے جسقدر کسی کو ظاہر و باطن کی قوت و قدرت عطا کی ہے اُس میں تصرف کا اُسکو اختیار بھی دیا ہے- شرفاء عظماء اپنے وابستگان کے عرض و مال پر بہت غیرت کرتے ہیں- اور اپنے غلاموں خدمت گاروں کا بجانب حق بہت پاس کرتے ہیں- کیا دُنیا کی زندگی میں کیا برزخ میں اور اُس کے شواہد بکثرت ہیں- حدیث مذکور میں دیکھو- کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم اپنے مطیعین کے رنج و ایذا کو بعد از انتقال اُس عالم میں کیسا محسوس کر رہے ہیں۔ اور اُن کے مخالف و موافق کے ساتھہ ایسا ہی برتاؤ کرنے کو تیار ہیں۔ فرماتے ہیں۔ انا حرب لمن حاربهم وسلم لمن سالمهم۔ کیونکہ آپ متخلق باخلاق اللہ ہیں۔ خود خداوند جل وعلا کے اخلاق بھی یہی ہیں۔ چنانچہ آپ نے ارشادِ الٰہی کو جو مشکوۃ کے باب ذکر اللہ عزوجل صفحہ ۱۸۹ سطر ۲ پر درج ہے۔ اس طرح نقل کیا ہے۔ ان اللہ تعالیٰ قال من عادلی ولیا فقد اٰذنته بالحرب۔ یعنی جو میرے کسی دوست سے دشمنی کرے۔ تو بس میری طرف سے اُسکے لئے اعلانِ جنگ ہو چکا۔ شارحین مشکوٰۃ لکھتے ہیں۔ کہ حق تعالےٰ نے کسی گناہ کرنیوالے کو لڑائی کا وعید نہیں کیا۔ مگر ایک تو مقبولوں اور بارگاہ اقدس کے خادموں کے ساتھہ دشمنی رکھنے والوں سے۔ دوسرے بیاج کہانیوالوں سے۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باِخبار و اِعلام الٰہی جا بجا کی خبر ہے۔ اور آپ قوتِ خداداد سے روئے زمین کی سَیر کرکے اپنوں کی خبر لیتے ہیں۔ اور اُنکے ساتھہ نیک سلوک کرنے والونکی جان بچہان رکھتے ہیں۔ چنانچہ شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب تنویر الحلک برؤیۃ الملک میں لکھتے ہیں۔ فحصل من مجموع هذه النقول والاحادیث ان النبی صلے اللہ علیه واٰله وسلم حیٌّ بجسده وروحه وانه یتصرف ویسیر حیث شاء فی اقطار الارض وفی الملکوت وهو بهیئته التی کان علیها قبل وفاته لم یتبدل منه شیٔ وانه مغیب عن الابصار کما غیبت الملئکة مع کونهم احیاء باجسادهم فاذا اراد الله رفع الحجاب عمن اراد اکرامه برؤیته راٰه علی هیئته التی هو علیها۔ (ترجمہ) پس حاصل اِن منقولات واحادیث کا یہ ہے۔ کہ تحقیق نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں اپنے جسد اور روح سے۔ اور بیشک آپ تصرف کرتے ہیں۔ اور

سیر کرتے ہیں۔ جہاں چاہیں۔ اطرافِ زمین میں۔ اور عالم ملکوت میں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی اُسی حالت پر ہیں۔ جو قبل از وفات تھی۔ کچھ بھی آپ کی ذات سے تبدیل ہونا نہیں ہوا۔ اور آپ غائب ہیں آنکھوں سے جیسا کہ غائب ہیں ملائکہ۔ باوجودیکہ وُہ زندہ ہیں۔ اپنے اجسام میں۔ پھر جب ارادہ کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اُٹھا دینے کا حجاب کو اُس شخص سے جسکو مکرم کرنا چاہتا ہے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیدار سے تو وہ دیکھتا ہے آپ کو اُسی حالت پر فتح الحق مطبوعہ مدراس ۱۳۰۰ھ صفحہ ۹۰۔ اور جذب القلوب[1] الٰے دیار المحبوب صفحہ ۲۸۰ میں انس بن مالک سے مروی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ علمی بعد موتی کعلمی فی حیاتی۔ یعنی میرا علم ویسا ہی ہے۔ جیسا کہ حیاتِ دنیا میں تھا۔ رواہ الحافظ المنذری وابن العدی فی الکامل ورواہ ابویعلےٰ عن انسؓ بن مالک ورواتہ ثقاۃ۔

امام حسن علیہ السلام کی تنگی خرچ معلوم کرکے انکو ایک ایسا کلام سکھا دیا۔ جس سے انکی مشکل حل ہوگئی۔ (تاریخ الخلفاء) امام حسین علیہ السلام کا دُکھ محسوس کرکے میدانِ کربلا میں پہونچے۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۴)

عبداللہ بن مبارک (وہو من اساتذۃ الامام البخاری) بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں حج کو گیا۔ خواب میں مینے جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا۔ جب تو واپس ہوکر بغداد پہونچے۔ تو بہرام مجوسی کو میرا سلام کہنا۔ ابن مبارک کہتے ہیں۔ جب میں بغداد میں پہونچا۔ تو بہرام مجوسی کو ملا۔ اور امتحاناً پوچھا۔ کہ عنقریب تو نے کوئی اچھا کام کیا ہے؟۔ بولا ایک مسلمان عورت ایک دن چراغ ہاتھ

[1] مصنفہ حضرت شیخ محدث دہلوی قدس سرہ۔ مطبوعہ مطبع انڈین سن کلکتہ ۱۲۶۳ھ صفحہ ۲۸۰۔

میں لئے ہوئے ہمارے گھر آئی۔ اور ہمارے چراغ سے جلا کر پیچھے ہٹی۔ اور دروازہ تک جا کر بجھا دیا۔ کئی دفعہ اُس نے ایسا ہی کیا۔ آخر گھر کو جاتی رہی۔ مجھے خیال آیا کہ شاید یہ عورت ہمارے گھر کی جاسوسی کرنے نہ آئی ہو۔ جلد تر اُٹھ کر میں اسکے پیچھے ہو لیا۔ گھر پہونچی۔ تو اسکے بچے چیخ چیخ کر اُسکے گرد ہو گئے۔ کہ اماں بھوک سے جان نکلتی جاتی ہے کچھ لائی ہے تو دے۔ وہ نہایت دردناک آواز سے بولی کہ بچو! میں گئی تو تھی۔ پر مجھے غیر خدا سے مانگتے شرم آئی۔ میں یہ سُنکر لوٹ آیا۔ اور گھر میں کھانے پینے کے لئے جو کچھ پایا۔ دے آیا۔ (ابن مبارک کہتے ہیں) میں نے کہا تیرے اس فعل سے ہمارے نبی بہت خوش ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے مدینہ منورہ سے تجکو سلام بھیجا ہے۔ وہ یہ سُنکر حیران ہو گیا اور تھوڑی دیر کے بعد آپ کے غلاموں میں داخل ہو گیا۔ نزہۃ المجالس صفحہ ۲۹۴۔

مصنف نزہۃ المجالس شیخ صفوری شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ میں نے تاتار خانیہ میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ بغداد میں ایک دفعہ ایک مسلمان محتاج مقروض کو ایک مجوسی نے براہ ہمدردی در پردہ دس ہزار دینار دیا۔ اُسی رات جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں اسکو فرمایا۔ کہ آج تو نے ہمارے ایک اُمتی کو غم و الم سے چھوڑایا۔ حق تعالٰے نے تجھکو غم دوزخ سے چھوڑ دیا ہے۔ وہ بولا۔ آپ کون ہیں؟ فرمایا میں ہوں۔ محمد رسول اللہ۔ مجوسی نے یہ سُنکر نہایت جوش سے نعرہ مارا۔ اور بیدار ہو کر بلا تامل مسلمان ہو گیا۔

ابن جماعہ کو آپ نے اپنے پاس نہ آنے دیا۔ اسلئے کہ اس نے کل دن میرے اہلبیت سے علی بن عبد الغادر کو ستایا ہے۔ چنانچہ ابن جماعہ نے بیدار ہو کر فوراً حضرت

علی بن عبد القادر کیخدمت میں حاضر ہو کر معافی لی د شمس المفاخر ذیل قلائد الجواہر صفحہ ۸ مطبوعہ سعادت مصر ۱۳۲۶ھ)

اَولیاء اللہ کو چونکہ برزخ میں بہی تصرف کی طاقت دیگیٔی ہے۔ اسلئے وُہ جب سُنتے ہیں تو تصرف کو کام میں لاتے ہیں۔ سید الاولیاء حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے بیٹے علی موسے کاظم بن رضا علیہم السّلام کا جبکہ انکو مہدی عباسی نے قید کردیا۔ اُس کا دُکہہ سہہ نہ سکے۔ اور ملکر اُسے ملامت کی۔ ھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم۔ حضرت امام شافعی رح فرماتے ہیں۔ مینے دو شخصوں کو عالم برزخ میں تصرف کرتے دیکہاہے۔ امام موسئے علی رضا اور معروف کرخی رضی اللہ عنہما۔ فتح صفحہ ۸۰ - یہ تو خواص اولیاء اللہ ہیں۔ عام برزخیونکو بہی خوشی غمی محسوس ہوتی ہے اور اپنے قرابت والوں اور دوستوں کے اعمال حسنہ وسیئہ پر خوش ہوتے۔ غم کہاتے۔ اور دُعا کرتے۔ چنانچہ حدیث میں ہے لا تفضحوا موتاکم بسیئات اعمالکم صفحہ ۔ اور زیادہ اطمینان کے لئے شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ دیکہنا چاہیئے۔

عزوم قاتل عند القتال - عزوم بڑا بہادر صیغہ مبالغہ کاہے۔ قاتل قتل کرنے والا۔ لڑنیوالا۔ قاتل عزوم اُس جنگی بہادر کو کہتے ہیں۔ جو ایک ذرہ سی عار نہ سہہ سکے۔ اور میدانِ کارزار میں تا وقتیکہ مقابل کو نہ مارلے ہٹے نہیں۔ فرماتے ہیں مَیں تجکو کہتا ہوں۔ کہ تو کسی بد اندیش بدگو سے نہ ڈر۔ نہ جہک۔ اور کسی دشمن کا فکر نہ رکہہ۔ تو اس لئے کہ مَیں قاتل عزوم ہوں۔ کیونکہ مَیں اپنی قوت سے نہیں لڑتا۔ بلکہ قوت ربانی سے۔ کما یشہدہ قولہ یُنصر فنی وحسبی ذوالجلال۔

بندہ جب صفات بشری سے فنا پاتا ہے۔ تو اُسے بعوض اُسکے صفاتِ حق ملتے

ہیں۔ یعنی بشری طاقتوں کے چھوڑ دینے اور محبتِ خالق البشر میں فنا پانے سے۔ اُسے منجانب اللہ ایک ایسی قوت ملتی ہے۔ کہ کوئی اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور پھر اس بندہ کے وجود سے افعال میں یہ قوت ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ بخاری میں روایۃ عن اللہ مروی ہے (فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ و یدہ التی یبطش بہ ورجلہ الذی یمشی بہ) کہ میری محبت میں فناہ شدہ بندہ کی یہ قدر ہے کہ پہلے تو وہ میرا محب ہوتا ہے۔ اور میں اسکا محبوب۔ پھر میں اُس کا محب بنجاتا ہوں۔ اور وہ میرا محبوب۔ اُس کی نشانی دُنیا پر یہ ہے۔ کہ اُس کے کان اور آنکھ۔ ہاتھ اور پیر میں میں اپنی قوت رکھدیتا ہوں۔ جو اُسکے وجود سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ یہی میری قوت ہے۔ کہ جسکا کوئی قوت مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اِسی قوت سے وہ سب پر غالب آتا ہے۔ حضرت علی مرتضےٰ سلام اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ما قلعتُ باب خیبر بقوۃ جسدانیۃ و لکن بقوۃ ربانیۃ۔ یعنے میں نے خیبر کا دروازہ قوتِ جسمانی سے نہیں توڑا تہا۔ بلکہ قوتِ ربانی سے۔

اِسی قوت کو رُوح القدس کہا گیا ہے۔ حضرت عیسٰے علے نبینا و علیہ الصّلوٰۃ و السّلام بشہادت آیہ و ایدناہ بروح القدس اسی قوت خداداد سے مردہ زندہ کرتے تھے۔ اور بیماروں کو شفا دیتے تھے۔ یہ قوت تمام انبیاء و مقبولانِ خدا کو عطاء ہوتی ہے۔ جناب سید الانبیاء محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بھی بشہادتِ آیہ قل نزلہ روح القدس من ربک بالحق لیثبت الذین آمنوا ھدی و بشریٰ للمسلمین۔ یہی حاصل تھی۔ آپکا تصرف دیگر تمام اہل تصرف ماضی و مستقبل سے غالب تہا۔ کیونکہ آپ سے پہلے یا پیچھے جسکو حاصل ہؤا اُسکا تصرف عالم ارضی پر ہی تہا

آپ کا عالمِ ارضی وسماوی دونوں پر۔ معجزہ ردالشمس وشق القمر۔ واجراء السحاب کتب احادیث میں درج ہیں۔

تمام انبیاء کی یہ خداداد قوت بوقتِ ظہور صورتِ مطلوبہ میں ظاہر ہوتی تھی۔ لیکن جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس قوت کی صورت بوقتِ ظہور صورت مطلوبہ میں صورت پذیر بھی ہوتی تھی۔ اور ہمیشہ کے لئے بھی حروفِ قرآنی میں متصور ہے اور اس صورت کا روشن چہرہ حروفِ مقطعات ہیں۔

حضرت پیر قدس سرہ چونکہ فطرتاً و نیز امتثالاً بامرِ جدِ امجد خود تخلقوا باخلاق اللہ متخلق باخلاقِ محمدیہ مصطفویہ ہیں۔ اور جناب مصطفوی متخلق باخلاق اللہ ہیں۔ پس حضرت پیر متخلق باخلاق اللہ ہیں۔ اسلئے برزخ میں بھی اپنے مریدوں کی حمایت وپاسداری کے لئے موفق منجانب اللہ ہیں۔ اپنے مریدوں کو فرماتے ہیں۔ تو کسی بدگو اور بداندیش سے نہ ڈر۔ تو اگر اسکے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا ہے۔ تو مَیں اُسکے ساتھ مقابلہ کرنے اور اُسے ہٹانے کو تیار ہوں۔ اور تو سمجھ کہ مجھے اتنی طاقت کہاں سے ہے۔ اور میرا مان کس پر ہے۔ اور مَیں تجھے کیوں کہہ رہا ہوں۔ کہ

۲۰۔ مُرِیدِیْ لَا تَخَفْ اَللّٰہُ رَبِّیْ
عَطَانِیْ رِفْعَۃً نِلْتُ الْمَعَالِیْ

میرے مرید تو غیر اللہ سے ڈر نہیں۔ اسلئے کہ اللہ عزوجل نے جو میرا مربی وہادی ہے مجکو بالائی عطا کی ہوئی ہے۔ جسکے سبب سے میں اپنے ارادہ (تربیت مریدین) میں کامیاب

ہو چکا ہوں۔ (میرا زور اور مان بھی اسی عطیہ پر ہے)

تو اب کوئی اعتراض باقی ہے۔ پچھلا اطلعنی نہ سہی یہ اللہ ربی فاعل عطائی تو ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کسیکو کوئی طاقت عطا کرے تو اسکا غصہ خدا پر نکالنا چاہیئے۔ نہ اُسپر جو عطائے حق کا اقرار کرتا ہے۔ اگر وہ نہ کرے تو بحکم واما بنعمة ربک فحدث نافرمان ٹھیرے۔ حسد اس بات کا ہے۔ کہ یہ رفعت (عزت بڑائی) اُس شخص کو ملنی چاہیئے تھی جسکے ہم معتقد ہیں۔ کمبخت! ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

مرایدہے لا تخف۔ میرے مرید ڈر نہیں الخ۔ یعنی خدا کے سوا اور کسی سے نہ ڈر۔ کیونکہ میرا تربیت کنندہ اللہ ہے جو سب پر غالب ہے۔ پس سوائے اسکے اور کسی سے نہیں ڈرتا۔ وہ کسی کو مجھپر غالب ہونے نہیں دیتا۔ کیونکہ جو خدا سے ڈرتا ہے۔ خدا اُسے رفعت (بالائی غلبہ) دیتا ہے۔ باقی اشیاء اُس سے ڈرتی ہیں۔ اسکو کوئی نہیں ڈرا سکتا۔

حیوٰۃ الحیوان مطبوعہ عامرہ شرقیہ مصر ۱۳۱۶ھ کے جلد اول صفحہ ۳ پر درج ہے۔ جسکا ترجمہ یہ ہے۔ کہ ابن سبع سبتی نے کتاب شفاء الصدور میں روایت کیا ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم نے ایک دفعہ اپنے کسی سفر میں دیکھا کہ بہت سے لوگ راستہ پر کھڑے ہیں قریب آکر پوچھا کہ کیا ہے۔ لوگوں نے کہا۔ شیر راستہ روکے کھڑا ہے۔ یہ سُنکر اپنے مرکب سے اُترے۔

اور یہ کہہ کر کہ تو بھی اُسی پر زور پا سکتا ہے۔ جو خدا کے سوا کسی اور سے ڈرے شیر کو کان سے پکڑ لیا۔ اور راستہ سے دور چلکر چھوڑ آئے۔

عطائی دفعة رفعت۔ عزت۔ بڑائی۔ منظوری۔ بلندی قدر۔ سرافرازی یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم۔ الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح

یرفعہ۔ ورفع بعضھم درجٰت ورفع بعضکم فوق بعض درجٰت نرفع درجٰت من نشاء۔

رفعت۔ کمال قرب اور کمال علو کو بھی کہتے ہیں۔ فرمان ورفعنا لک ذکرک میں کمال رفعت وکمال علو کا ہی معنی ہے۔ تفسیروں میں لکھا ہے۔ کہ آپ نے جبرئیل سے پوچھا۔ کہ میرا ذکر حق تعالےٰ نے کیسے مرفوع کیا ہے۔ کہا وہ فرماتا ہے۔ اذا ذکرت ذکرت معی۔ میں جب ذکر کیا جاتا ہوں۔ تو تیرا ذکر بھی میرے ساتھ ہی کیا جاتا ہے۔ یعنے میرے نام سے تیرا نام لیا جاتا ہے۔ اسی طرح جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام سے حضرت پیر کے نام کی عزت ہے۔ جسکا آپنے اس بیت میں اقرار کیا ہے۔ کہ اللہ نے جو میرا تربیت کنندہ ہے۔ مجھے ایسی عزت دی ہے کہ میں نے جو چاہا پالیا اور ہر جگہ خدا اور رسول کے نام سے میرے نام کی عزت ہونے لگی۔ چنانچہ

طُبُوْلِیْ فِی السَّمَا وَالْاَرْضِ دُقَّتْ وَشَاؤُسُ السَّعَادَۃِ قَدْ بَدَالِیْ	۲۱

میرے نام کے ڈنکے آسمان وزمین لگ رہے ہیں۔ اور سعادت ونجابت کے اژدلی میرے آگے آگے چل رہے ہیں۔ آسمان وزمین میں میرے باجے بج رہے ہیں۔ مراد اس سے شہرت اور عزت قائم ہونیکی ہے۔ حدیث میں ہے۔ کہ خدا جب کسی کو اپنا مقبول کر لیتا ہے۔ تو جبرئیل کو حکم ہوتا ہے۔ کہ وہ اسکی رفعتِ شان ومقبولیت کی زمین وآسمان میں منادی کردے۔ تاکہ کوئی اُس سے بیخبر نہ رہے۔ اور شاؤس سعادت کا مشیر وہونا۔ اور پوشاپوش

کرتے چلنا مقصود سبقتِ عنایتِ ربّانی برحالِ خود ہے۔ یعنی عنایتِ ربانی میرے آگے آگے چل رہی ہے۔ اور میرا راستہ ہر متعرضِ حال سے صاف کرتی جا رہی ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ چونکہ توجہ جناب باری تعالیٰ ہر وقت میری پیشرو و پاسبان ہے۔ اسلئے میری حرمت و عصمت تک نفس و شیطان نہیں پہونچ سکتا۔ اور اللہ کا دیا ہوا یہ زور ہے۔ کہ نفس و شیطان تو ایک طرف۔

بِلَادُ اللّٰهِ مُلْكِي تَحْتَ حُكْمِي وَوَقْتِي قَبْلَ قَلْبِي قَدْ صَفَا لِي	۲۲
نَظَرْتُ اِلٰى بِلَادِ اللّٰهِ جَمْعًا كَخَرْدَلَةٍ عَلٰى حُكْمِ اتِّصَالِ	۲۳

خدا کی ارضی آبادی میرا ملک اور میری زیر حکومت ہے۔ اور میرا وقت میرے دل سے پہلے صاف ہو چکا۔ اسلئے جب میں بنظرِ تصرف عالم آباد کو دیکھتا ہوں۔ تو وہ سب کے سب ایک دانہ رائی کے برابر میرے حکم پر تُلا ہوا ہے۔

بلاد اللہ سے مراد وجودِ بنی آدم یعنے اشخاص اولیاء اللہ ہیں۔ اصطلاح صوفیہ میں بلد وجود و شخص (جسم) کو کہتے ہیں۔ کیونکہ جیسے کسی شہر و قصبہ و دیہہ و قریہ میں آبادی ہوتی ہے۔ اور وہ مجمع مساکنِ انواعِ متنفس ہے۔ ویسا ہی ایک جسمِ حیوان خواہ ناطق ہے

خواہ غیر ناطق مجمعِ مخازنِ تو نے ہے۔ حافظ شیرازی ؎

فغاں کیں لولیانِ شوخ و شیریں کار و شہر آشوب

زمن بردند صبر از دل کہ ترکاں خوانِ یغما را

جسم میں کوئی تہوڑی سی آبادی نہیں یہ عالم کبیر ہے۔ ہمارے مولیٰ سید العارفین امیر المومنین مولی الکل علی المرتضےٰ علیہ السّلام فرماتے ہیں۔ و تعلم انك جرم صغیرٌ وفیك انطوی العالم الاکبر۔ اِسی میں رعایا اسی میں بادشاہ۔ دل کہ سُلطان الاعضاء ہے۔ اور صدر (سینہ) کہ صدرِ شاہی (دار الخلافہ) ہے اسی میں۔ جوارح کہ رعایائے دل ہیں اسی میں۔ مالی۔ مُلکی انتظام کے کارندے۔ حواسِ خمسۂ ظاہرہ و خمسۂ باطن بھی اسی میں۔ صدہا نہریں (عروق الدم) صدہا درخت (بال) پہاڑ (عظام) اس میں موجود ہیں۔ خیالات مختلف ہر وقت اس میں بند و بست جاری رکھتے ہیں۔ بدیں صورت معنے یہہ ہیں۔ کہ وجودِ اولیاء اللہ پر جو بلاد اللہ ہیں۔ میرا حکم جاری ہے۔ اور وہ میرے زیرِ تصرف ہیں۔

پیچھے قصیدہ کے بیت ۱۱ میں بیان ہو چکا ہے۔ کہ اقطاب آپ کے زیرِ فرمان ہیں۔ اور اقطاب جیسا کہ آگے درست العلم حتی صرت قطبا۔ کی تشریح میں آئے گا۔ وہ صاحب درجہ ہیں۔ کہ زمین اُن کے تصرف میں ہے۔ باطنًا گویا وہ منجانب اللہ زمین کے انتظام کے ذمہ وار ہیں۔ اور بظاہر جو تخت نشین ہوتا ہے۔ وہ اُس کے زیرِ نظر ہوتا ہے پس مالکانِ ملک زیرِ اثر و تصرف جناب قادریہ ہیں۔

بلادِ اللہ کی اضافت تملیکی ہے۔ بلاد جمع بلد۔ بلاد اللہ سے مراد عالمِ دُنیا ہے اور اہلِ دین دنیا سے خارج ہیں۔ وہ اگرچہ دُنیا پر ہیں۔ درحقیقت داخلِ جنت ہیں۔ اُنکا

تصریف فی الاشیاء و تکوین دُنیا پر مثل اہل جنت ہے کہ جس چیز کا جیسا ارادہ کریں۔ وہ اُسی وقت تیار ہو جائے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ اُنکے بول و براز میں بُو نہیں ہوتی۔ اور نہ زمین پر نظر آتا ہے۔ اور یہاں مراد دُنیا اور دُنیا کی اُن چیزوں کی ہے۔ جو خدا سے غافل کرنے والی ہیں۔ اس لئے کہ آپ فرماتے ہیں۔ کہ دُنیا و ما فیہا لہا میری نظر میں ہیچ ہے۔ جیسے کہ دانۂ خردل کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ اور چونکہ میں اللہ کو حاصل کر چکا ہوں۔ اسلئے دنیا میری نظر میں بے قدر ہے۔

نکتہ دُنیا کا ہیچ اور مثل پر مگس و دانۂ خردل نظر آنا بہ نسبت علوِ مدارج و رفعتِ شان رائی ہے ورنہ دنیا کچھ تھوڑی سی چیز نہیں۔ (شرح فتوح الغیب شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) اس میں کچھ اور بھی ایک امر کا اظہار ہے۔ وہ یہ کہ جہان میرے سامنے ایک چھوٹا سا مثل دانۂ خردل ہے۔ اُسکا کچھ بھی مجھسے پوشیدہ نہیں۔ یعنی جو دُنیا میں ہو رہا ہے۔ میں اسکی خبر رکھتا ہوں۔ کیونکہ مجھے نظر آ رہا ہے۔ یہ کتنا بڑا دعوےٰ ہے۔ لیکن جب اس رفعت کا معطی آپ اللہ واحد کو قرار دیتے ہیں۔ تو کیا اعتراض ہے۔ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی بعد ارشاد وعلمك مالم تكن تعلم ما كان وما هو كائن الى يوم القيمة کی منبر پر کھڑے ہو کر خبر دی تھی۔ یہانتک کہ مکھی کے پر کی (رواہ البخاری) اور یہ بھی فرمایا ہے۔ ان اللہ قد رفع لی الدنيا فانا انظر اليها والى ما هو كائن فيها الى يوم القيمة كانما انظر الى كفى هذه رواه الطبرانی (فتح الحق مطبوعہ مدراس صفحہ ۴۰) مگر اس رفعت میں رافع کا فاعل اللہ کو قرار دیا ہے۔

نکتہ۔ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نظر میں دُنیا کو تشبیہ بکف دی ہے۔ اسلئے کہ کف قبضہ اور کسی چیز پر اختیار کو کہتے ہیں۔ تو آپ نے دُنیا پر اپنا اختیار

واقف رازِ ظاہر و باطن اور سامنے سب کچھ نظر آنا بیان کیا ہے۔ اور حضرت پیر صاحب کا بھی اگرچہ مطلب یہی ہے۔ مگر دانہ کا صرف گرداگرد اور ہیچ نظر آنا پایا جاتا ہے۔ صاف و روشن دیکھنے اور قابض و صاحب اختیار ہونیکے لئے لفظ کف ابلغ ہے۔ دانہ گو چھوٹا ہے۔ لیکن پردہ رکھتا ہے۔ فافہم ولاتکونن من الجاہلین۔

جناب غوثیہؒ کا یہ فرمانا "ووقتی قبل قلبی قد صفالی" حسب ارشاد فیض بنیاد جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ مارایت شیئا الا ورایت اللہ قبلہٗ

چونکہ ابتدائے سلوکِ الی اللہ اپنے وقت کو نیتِ غیرِ حق سے صاف کرنا۔ اور حق تعالےٰ کو مُبدع یقین کرنا ہے۔ اسلئے جو کچھ کہ اِسکے بعد نظر آئے گا۔ اُسکا موجد و مُبدع پہلے نظر آئیگا۔ چنانچہ بلاواسطہ یعنی عجائباتِ مخلوقی و اسرارِ ملکی و ملکوتی کے دیکھنے سے پہلے مَینے خدا کو دیکھہ لیا۔

ظاہر ہے کہ بے ارائتِ مُبدع کسی چیز کی حقیقت معلوم نہیں ہوتی۔ اور بجز اعانتِ صانع مصنوع کی اصلیت نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ کوئی کاریگر جب تک اپنی کسی بنائی ہوئی چیز کے پرزے کھول کر جیسے چاہے نہ دکھائے۔ ویسا اپنے آپ دیکھنے یا اُس کی ظاہر بناوٹ پر نظر ڈالنے سے کچھ سمجھہ میں نہیں آتا۔ یہی بات تھی۔ کہ سیدِ کائنات علیہ وآلہ التحیات فرمایا کرتے تھے۔ ارِنا حقائق الاشیاء کماھی۔ اور یہ بالکل صحیح ہے۔ کہ جبتک بمصداق یَنظُرُ بِنُورِاللہِ بنظرِ ربانی کسی چیز پر نظر نہ ڈالے۔ تو کیا نظر آئے گا۔ بس آپ فرماتے ہیں۔ کہ مَیں تا وقتیکہ واصل و مقرب بارگاہِ احدیت نہیں ہؤا۔ اور بدیع العجائب کو نہیں دیکھہ لیا۔ عجائباتِ ملکی و ملکوتی۔ رازہائے جبروتی و لاہوتی نہیں دکھائی دئے۔ کیونکہ مینے پہلے ہی

اپنے وقت کو نیتِ حصولِ ذات سے صاف کر لیا تھا۔

مطلب یہ ہے۔ کہ خداوند کریم کا مُلک جبکہ مَیں مَیں نہیں ہوں۔ (یعنی اپنے آپکو فنا کر چُکا ہوں) میرے زیرِ حکم ہے۔ اور سب میرے موافق ہے۔ یعنی زمانہ نے میری موافقت کی۔ اور یہی نہیں بلکہ قبل از قلب میرا وقت صاف ہُوا۔ اس طرح کہ شروع سلوک الے اللہ کا وقت خطرات وساوس اور دیگر نفسانی روک ٹوک سے صاف رہا۔ گویا وقت یعنی زمانہ نے قبل از صفائیٔ قلب (محلِ عرفان وادراکِ اشیاء) کہ لطیفۂ ربانیہ ہے۔ میرے خلوص وارادہ میں کسی طرح کی کوئی کدورت نہیں ڈالی۔ بلکہ صاف رہا۔ مراد یہ کہ جتنی اشیاء نے ہی میری موافقت نہیں کی۔ بلکہ زمانہ (وقت) نے بھی میری مساعدت کی۔

نظرت الیٰ بلادِ اللہ الخ فرماتے ہیں۔ جب میں پہلے صفائیٔ وقت سے پھر صفائیٔ دل سے مستسعد ہو چکا۔ تو مینے بلاد اللہ (دُنیا) کو نظر بھر کر دیکھا۔ تو اس عالم کے نزدیک جو میرے دِل میں منطوی ہے۔ بالکل ہیچ نظر آئی۔ اور اُس کی تمام خرابیاں مینے دیکھ لیں۔ کیونکہ نظر باقی سے فانی کو دیکھا۔

بلاد اللہ کا آپ کے تحت حکم ہونا دُنیا پر آپ کے صاحبِ اقتدار ہونے پر دال ہے۔ یہ سچ ہے۔ آپ سے پہلے سب اُن مقبولوں نے جنہوں نے خدا کی تابعداری کی۔ سب پر سرداری لی۔ زمین۔ آسمان۔ جن و انسان۔ پہاڑ۔ دریا۔ پتھر۔ ہوا۔ آگ پانی۔ درندوں۔ چرندوں۔ خزندوں۔ پرندوں پر حکم . . . . . . جیسے کہ ایک دانہ کو اِدھر اُدھر پھینک سکتے ہیں۔ اور جس طرح چاہیں اُلٹ پلٹ دیں۔ وہ بیجان چیز ہے ہر طرح سے اُسپر اختیار ہے۔ بہر سو پیشِ نظر۔ بحکمِ بی یسمع و بی یبصر دُنیا کا سب کچھ دیکھ سُن رہا ہوں۔ پر مجھ جیسے صاحبِ نظر کا ذریعۂ حصول درجۂ مذکور کیا ہے؟ ایک تو صفائیٔ وقت و قلب بکمال

۲۴

وَكُلُّ وَلِيٍّ لَهُ قَدَمٌ وَإِنِّيْ
عَلٰى قَدَمِ النَّبِيِّ بَدْرِ الْكَمَالِ

اور (دوسرا یہ کہ) ہر ایک ولی کے لئے اپنے اپنے درجہ کے موافق فطرتاً سلوک و وصول میں کسی نہ کسی نبیؑ سے مناسبت باطنی حاصل ہے۔ اور مجاہدہ و ریاضت۔ صبر و استقامت میں اُس کا قدم بقدم۔ لیکن میں اپنی منزلِ مقصود کو طے کرنے کے لئے اپنے جدِ اعلٰی سید الانبیاء افضل المرسلین محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قدم بقدم ہوں۔ جو آسمانِ کمال کے بدر یعنی اپنے درجہ نورانیت میں مثل چودہویں کے چاند کی ہیں۔ جیسے چاند اور سب ستاروں پر فائق اور اُسکے سامنے باوجود بالذات روشن ہونے کے اُنکی روشنی نمایاں نہیں ہوتی۔ اسیطرح آپ کے سامنے دیگر انبیاء ہیں۔ کہ وہ سب اپنے آپ میں بنورِ نبوت منور ہیں۔ لیکن بالمقابل آپکا نور سب پر غالب ہے۔ لَوْ كَانَ مُوْسٰى حَيًّا لَمَا وَسِعَهُ اِلَّا اتِّبَاعِيْ۔ اسلئے جناب حضرت پیر قدس سرہ فرماتے ہیں۔ کہ جیسا کہ حضور کو افضلیت و غلبہ ہے۔ اسی طرح مجھے تمام اولیاء پر غلبہ و رفعت حاصل ہے۔ کیونکہ افضل کا تابعدار بھی بمناسبت متبوع افضل ہونا چاہیے اسکا شاہد ہے۔ کنتم خیر امة اخرجت للناس۔ اور اُمَّتِیْ خَیْرُ اُمَّةٍ اسلئے ہی ہیں۔ کہ خیر الانبیاء کی اُمت ہیں۔

اس بیت میں آپ نے افضل الرسل سید البشر علیہ و آلہ الصلوۃ بعدد قطرات المطر کی جہۃ سے اپنا مستفیض ہونا بیان فرمایا ہے۔ کہ مجھے تعلیم و تربیت محمدیہ کے سبب سے فضیلت حاصل ہے۔ میں آپکا تربیت یافتہ اور آپ کے قدم بقدم چلنے والا (عامل بالسنت)

ہوں۔ اسلئے مجھے فیضِ کمال حاصل ہے۔ کہ جیسا آپ مشکاتِ انوارِ ربانی سے جہات پانے والے ہیں۔ ویسا ہی میں لمعاتِ اسرارِ محمدیہ سے۔

حدیث شریف میں ہے۔ عن معاذ بن جبل رض قال احتبس عنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ذات غداۃ عن صلوۃ الصبح حتی کدنا نترائے عین الشمس فخرج سریعا فصلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم وتجوز فی صلوتہ فلما سلم دعا بصوتہ فقال لنا علے مصافکم کما انتم ثم انتفل علینا ثم قال اما انی ساحدثکم ما حبسنے عنکم الغداۃ انی قمت من اللیل فتوضأت وصلیت ما قدر لی فنعست فی صلوتی حتے استثقلت فاذا انا بربی تبارک وتعالی فی احسن صورۃ فقال یا محمد قلت لبیک یا رب قال فیم یختصم الملأ الاعلے قلت لا ادری قالہا ثلاثا قال فرأیتہ وضع کفہ بین کتفی حتے وجدت برد انا ملہ بین یدی فتجلے لی کل شئے وعرفت الخ۔ خدا نے سینہ میں نور دینے اور دل روشن کرنے کے لئے اپنا کف آپ کے مونڈھوں میں رکھا۔ آپ نے حضرت غوث الاعظم کے سینہ کھولنے اور سب کچھ جاننے کے لئے انکے منہ میں لب ڈالا۔ اور فرمایا۔ وانا ارعاہ (دینے ہی اسپر بخشش کی ہے) اور وہ کہتے ہیں۔ انا مار یانی رسول اللہ۔

کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ خدا نے آپ کو نور و کشف دیکر پھر واپس لے لیا۔ یا وقت بے وقت داد و ستد میں رہتا تھا۔ لیا تو کب؟ دینے کا ثبوت یہ حدیث واپس لینے کی کونسی؟۔ الم نشرح لک صدرک کا احسان سو کہا ہی جتا رہے ہیں۔ یہ شرح صدر دوامی اور قرار باقرار ہے یا استعار۔ آپ ہر وقت روشن ضمیر تھے۔ آپکے دل انور منزل پر کبھی کدورت نہیں آتی تھی۔ آپ دائم الاشراق والکشف تھے۔ اور آپکے

زجاجۂ وجود میں مصباحِ نورِ الٰہی روشن رہتا تھا۔ سورۂ نور آیۂ نور کو غور سے دیکھو۔ کہ کیا سمجھو تہ ہو رہا ہے۔ آپ کا قلب ہر وقت متجلی بہ تجلیاتِ ذاتیہ وصفاتیہ تھا۔ اور درجۂ قبض و بسط اور لیغان علے قلبی سے گذر کر کب سے معراجِ قاب قوسین تک پہنچ چکے تھے جہاں درجات ختم اور وصالِ لایزال حاصل ہوتا ہے۔

کل ولی الخ۔ ہر ایک ولی کسی نہ کسی نبیؑ کے ہمرنگ ہوتا ہے۔ یعنی وہ اسکا ظلی ہوتا ہے۔ صحابہ کہ سردارِ اولیاء اللہ تھے۔ اگرچہ چشمۂ فیضِ محمدیہ سے سیراب تھے۔ لیکن بلحاظِ اطلاقِ تعلیم وبمناسبتِ اخلاقِ تربیت ضرور کسی نہ کسی پیغمبر یا فرشتہ کا رنگ لیے ہوئے تھے۔ کسی جنگ میں آپ نے اسیروں کی نسبت مشورہ لیا۔ تو اختلافِ رائے اصحابین پر آپ نے فرمایا۔ ابوبکرؓ کی مثال میکائیل کی ہے۔ اور عمرؓ کی جبرئیل کی۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ من شاء ان ینظر الی آدم فی علمہ والی نوح فی فہمہ والی ابراہیم فی حلمہ والی موسی فی زھدہ فلینظر الی علی بن ابی طالب وفی حدیث عیسے فی صفوتہ نزھۃ ج ۲ صفحہ ۲۷۷ - ابوبکرؓ مثل مسیح۔ عمرؓ مثل نوحؑ۔ علی مثل نبیؑ۔ اسی طرح بعض صحابہ کلاً اور بعض جزءاً بمناسبتِ طبعی انبیاء سے کسی نہ کسی نبی کے رنگ میں رنگین تھے۔ اس رنگ کے لحاظ سے یہ کہنا۔ اگرچہ بعض ظاہر پرستوں کو سخت ناگوار ہوگا۔ لیکن حقیقت شناس سمجھتے ہیں۔ کہ سردارِ انبیاء کی جماعتِ خدامِ انبیاء علیہم السّلام تھے۔ ظاہر بین اگر غور کریں۔ تو باعتبارِ حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل حضرات صحابہ کرام جو افضل العلماء العظام ہیں۔ انبیاء علیہم السّلام سے وہی مشابہت رکھتے ہیں۔ جو صورتاً تا و ثا، حا و خا و عین و غین۔ اور معنے جذب وجبذ کی ہے۔

صحابہ عدداً وصفاتاً مثلِ انبیاء تھے۔ وہ بھی ایک لاکھ چوبیس ہزار یہ بھی اتنے۔

اور ہر ایک ہر ایک نبی کے رنگ میں کہ جس سے اُسکو فطرتاً و قدرتاً بلکہ صورۃً علے الخلقت و سیرتاً علے الترتیب مناسب تہی، رنگین تھا۔ انکی حکومت۔ امارت۔ زہد۔ عبادت۔ جہاد اشاعت مشابہ انبیاء تھی۔

جناب سیّدِ کائنات مخزنِ عنایات مظہرِ انوارِ ذات۔ ظہورِ تجلیاتِ صفات علیہ وآلہ الصلوٰت والتحیات کے فرمان اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم میں یہی رمز ہے۔ انبیاء آسمانِ رسالت و نبوت کے ستارے ہیں۔ اولیاء فلکِ ولایت کے تارے۔

حق تعالےٰ نے جب واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتٰب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ الآیۃ تمام انبیاء کو آپکی اطاعت نصرت و معیت کا حکم دیا۔ تو وہ اس سعادت کے حاصل کرنیکے شائق تہے۔ دُنیا میں اپنی اس تمنا اور جوش کو جی میں لیگئے۔ حق تعالےٰ نے اُنکا شوق پورا کرنے کے لئے اُنکا رنگ ظاہری باطنی دیکر اُسی شمار کی ایک جماعت اس موعود و صاحبِ میثاق نبی کی اطاعت و نصرت و معیت کے لئے قایم کردی کہ جنکے دلوں میں بحسب مراتب وہی شوق و جوش تہا۔ یعنی ہر ایک نبی کی اس تمنا کو جو بباعث نہ پانے زمانہ **معہود لہٗ** کے پورا نہ کر سکے۔ کسی دوسرے وجود کے ذریعے جو اُس سے مناسبتِ طبعی رکہتا تہا۔ اور قدرت نے اِسے اُسکے بعض اخلاق پر متخلق کرکے دُنیا پر بہیجا۔ پورا کر دیا۔ جیسا کہ بحسبِ تصریح شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجۂ شہادت جہری کو بذریعۂ وجودِ امام حسین علیہ السّلام الحسین منی وانا منہ آپ کے ہمرنگ تہا۔ پورا کردیا۔ یہاں حسبی و نسبی دو نو رنگ تھے۔ وہاں صرف حسبی۔

پھر صحابہ سے علی التفاوت یہ رنگ تابعین نے لیا۔ پھر تبع نے۔ بحسب مناسبتِ طبعی۔ چنانچہ خیر القرون سے آگے نکلے۔ تو اسی رنگ کو انقطاعِ زمانہ تک پہونچانے کی ایک جماعت نے کوشش کی جنہیں بعد از صحابہ و تابعین اولیاء اللہ مانا جاتا ہے۔

یہ جماعت بمناسبتِ طبعیت و موافقتِ جبلت مصبوغ باصباغِ انبیاء تھی۔ اور وہ مصبوغ بہ صبغۃ اللہ (ذاتِ سید کائنات) تھے۔ اور آپ کے قدم بقدم چلنے کی برکت سے بحکم مناسبت التابع للمتبوع مرتبہ جامعیت حاصل کر چکے ہیں۔

رمز درویشی یہ ہے۔ کہ میں عالم کبیر ہوں۔ اور عالم صغیر نسبتاً میری نظر میں مثلِ خردل ہے۔ اور مجھے اپنے عالم کبیر ہونے کا علم اپنی جدِّ اعلےٰ اور جدِّ اوسط علی مرتضیٰ سے ملا ہے۔ کہ فرماتے ہیں۔ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔

آپ نے اپنا منبعِ فضل وکمال ولایتِ محمدیہ۔ اور مرکزِ ظہورِ جلال وجمال دائرہ احمدیہ کو قرار دیا ہے۔ جو کہ علے قدم النبی بدر الکمال کا مدعا ہے۔ اور ظاہر کر دیا ہے کہ مایۂ وصال مذکور الصدر (شروع قصیدہ میں) اقتدا بالنبی المصطفےٰ علیہ من اللہ التحیۃ والثنا ہے۔ اور چونکہ اسبابِ اقتدا بالنبی المصطفےٰ یعنی قدم بقدم چلنے کے دو ہیں علم و عمل۔ اسلئے آپ نے اپنے عند اللہ علو منصبی کا سببِ حصول تو عمل یعنی اقتدا بیان کیا ہے۔ اور عمل کا علم۔ اور علم کے لئے مولے الموالی کی توفیق۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

۲۵ دَرَسْتُ الْعِلْمَ حَتّٰی صِرْتُ قُطْبًا
وَنِلْتُ السَّعْدَ مِنْ مَّوْلَی الْمَوَالِیْ

۔ آپ نے فرمایا ہے۔ ابو جہل میری امت کا فرعون ہے۔ ۱۲

مَینے علم الٰہی حاصل کرنے میں بہت کوشش کی۔ یہانتک کہ مَیں قطب ہوگیا۔ اور مالکوں کے مالک اور وارثوں کے وارث (ذاتِ حق) سے یہ توفیق ویمن وبرکت پائی۔

یہاں علم سے مراد علمِ باطن واسرارِ معرفت کی ہے۔ نہ صرف ونحو ومنطق وکلام وغیرہ کی۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ علمِ باطن کی بناء اور اسرارِ معرفت کی اساس علمِ کتاب وسنت ہے۔ جس میں تہذیبِ نفس اور انواعِ مجاہدہ وریاضات اور اقسامِ قرب ووصول وحصولِ مشاہدہ وظہورِ تجلیات کا بیان ہے۔

حتیٰ۔ کہ انتہائے غایت کے لئے ہے۔ نہایت صبر واستقامت پر دال ہے قرآن شریف کی ایک ہی آئت فاستقم کما امرت۔ اور ایک ہی حدیث کن فی الدنیا کانک غریب اوعابر سبیل علم وعمل کے لئے کافی ہے۔ اور استقامت وُہ چیز ہے۔ کہ ایک وقت جب کسی نے رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کیخدمت میں عرض کیا۔ کہ آپ فرماتے ہیں۔ مجھے سورہ ہوؔد نے بوڑھا کر دیا ہے۔ وہ کونسی آیت ہے۔ جسنے آپ کو بوڑھا کر دیا ہے۔ تو فرمایا آیت فاستقم کما امرت نے۔ یعنی اس غم سے کہ خدا کرے۔ مَیں اس حکم کی تعمیل میں پورا اُتر آؤں۔

استقامت جس چیز کو کہتے ہیں کتب صوفیہ سے دیکھو یا بحکم کونوا مع الصادقین اور واتبع سبیل من اناب الیَّ اور حدیث اذا رایتم العبد یعطے زھد فی الدنیا وقلۃ منطق فی الکلام فاقتربوا منہ فانہ یلقے الحکمۃ کسی کامل کی صحبت میں پاؤ۔ مَیں (مترجم) اسکے علم وعمل دونو سے نابلد ہوں۔ ناظرین دُعا کریں۔ کہ حق تعالےٰ اسکا علم وعمل اپنے پیاروں کی طفیل مجھے بھی عطا فرماوے۔

حضرت قطبا۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجکو ذاتِ سرورِ کائنات مایہ وجودِ موجودات

علیہ الصلوات والتحیات کے قدموں قدم چلنے یعنے اقتدا النسبت کرنیسے کمال حاصل ہوا۔ اس طرح کہ عمل پر مولی الموالی کی نظرِ توجہ وعنایت نے یاوری کی۔ اور چونکہ توفیق باری اور قدرت کی یاوری سے مجھے علم ملا۔ اور علم کے ذریعہ سے مجھے طریق عمل معلوم ہوا۔ اور میرے عمل میں استقامت (صبر...) کی نتیجہ یہ ہوا۔ کہ میں زیر اثر ولایت محمدیہ قطب قائم ہوا۔

قطب غوث اپنے وقت میں ایک ہی ہوتا ہے۔ اور موقعِ نظر باریتعالیٰ ہے۔ اور پہلے پہل فیضِ ربانی اسپر وارد ہوتا ہے۔ اور اس سے تمام جہان کو ملتا ہے۔ یہ اپنے وقت میں ایک ہی ہوتا ہے۔ اس کا کھانا پینا۔ بیٹھنا۔ اٹھنا۔ بات چیت۔ بود وباش اور تمام رویہ۔ غرض کہ تمام حرکات وسکنات۔ اقوال وافعالِ تصرف وغیرہ مثل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ حضور کا نائب اور غلام ہے آپکی طرف سے بعہدہ خلافت ممتاز ہے۔ اور آپکا خلیفہ خلیفۃ اللہ ہے۔ اسکا نام عبد اللہ وعبدالجامع اور حق تعالیٰ کے دیگر اسمائے حسنے کیطرف مضاف ہوتا ہے۔ اول اُسکو حروفِ مقطعات کے معانے واسرار سمجھائے جاتے ہیں۔ کیونکہ اُن کے سوا وہ درجۂ قطبیت کے لائق نہیں ہوتا۔ وہ آئینۂ حق وواقفِ راز اور علم دہر الدہور کا عالم ہوتا ہے۔ اور اسکا خاصہ ہے۔ کہ خداوند کریم کے ساتھ اُسکا ایسا وقت ہے۔ کہ جسپر اور کوئی واقف نہیں ہوتا۔ اُسی کے وجود کی برکت سے دائرۂ وجود کون وفساد محفوظ رہتا ہے۔ کوئی زمانہ قطب سے خالی نہیں رہتا۔ اور قطب ہر شہر ودیہہ میں ہے اُس کی برکت سے حق تعالےٰ اہل شہر واہل دیہہ کو محفوظ رکھتا ہے۔ خواہ وہ مسلمان ہوں۔ یا کافر۔ **ف**۔ اور یہی برکت کسی زاہد عابد کی بھی اُس شہر یا گاؤں کیلئے ہے۔

جس میں وہ رہتا ہو۔

کبھی کوئی قطب غوثیت کا مرتبہ رکھتا ہے۔ اُسے قطب الاقطاب کہتے ہیں اور سب قطب اُسکے نائب ہوتے ہیں۔ اور یہ قطب ہر زمانہ میں اہل بیتِ رسالت و نبوت سے ہوتا ہے (اسعاف الراغبین صفحہ ۱۲۴) اور وہ اس قدر اختیار رکھتا ہے۔ کہ کسی قطب کا درجہ چھین لے یا رہنے دے۔ اور اُسے غوث الاعظم بھی کہتے ہیں۔ فرد بھی وہی ہے۔ اور یہ بالاصالت فریادرس ہوتا ہے۔ اسی درجہ کا نام قطبیت الکبرے و ختم الولایت ہے۔ جو بحکم وراثت زیر سایہ خاتم النبیین حبیبِ حق عطا ہوتا ہے۔ حضرت غوث الاعظم جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ قطبیت کے لئے سوا عالم طے کرنے پڑتے ہیں۔ جیسے یہ دنیا و آخرت ایک عالم ہے۔ اور اس بات کو وُہ جانتا ہے۔ جو قطب ہو۔ (الیواقیت والجواہر امام شعرانیؒ جلد ۲ صفحہ ۷۳۔ اور مطالب رشیدی صفحہ ۱۱۳ و ۲۷۶۔ و مصطلحات فتوحات مکیہ صفحہ ۱۰۱۔ و فتح الربانی صفحہ ۱۱۳۔

یہ ہے قطب اور قطبیت الکبرےٰ۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں قطبیت الکبرے طے کرکے غوثیت العظمے اور اس سے مترقی ہو کر اس درجہ میں پہونچ چکا ہوں۔ کہ میرے مرید میرے واسطہ سے قطب بنگئے ہیں۔ مگر وہ اس درجہ کے قابل کیسے ہوئے۔ انکے مجاہدے اور ریاضتیں کیا ہیں۔ نفسانی خواہشوں کو کیسے دُور کیا۔ انکا نشان کیا ہو وُہ کون ہیں یہ کہ جو

۲۶ رِجَالِی فِی ھَوَاجِرِھِم صِیَامٌ
وَفِی ظُلَمِ اللَّیَالِی کَاللَّآلِی

میرے مرید ہیں وہ دشت اور یادِ حق سے غافل نہیں بلکہ) سخت گرم دنوں میں روزہ دار رہتے
اور رات کے اندھیرے میں (حضور الٰہی میں کھڑے) مثل موتیوں کے چمکتے ہیں۔
آپ نے اس امر کو واضح کر دیا ہے۔ کہ میرے مرید جو درجات پانے کے قابل ہو کر۔
ولی۔ ابدال۔ قطب بنگئے ہیں۔ انکا ظاہر نشان یہ ہے۔ کہ ان سے بجا آوری فرائض الٰہی
میں ہرگز ہرگز ایک لمحہ بھی قصور نہیں ہوتا۔ بلکہ ادائے نوافل میں کہ بحکم حدیث اذا تقرب
الیٰ عبد بالنوافل باعث حصول قرب ربانی ہیں۔ ایکدم ان سے سستی نہیں ہوتی۔ جب
دیکھو عبادتِ الٰہی میں لگے ہیں۔ مجاہدہ نفس میں ایسے ہوشیار ہیں۔ کہ سخت گرم دنوں میں
جبکہ نفس آپ سرد وجائے سرد کو چاہتا ہے۔ یہ روزہ رکھتے ہیں۔ اور اندھیری راتوں میں
جبکہ نفس کی خواہش پوری نہیں ہوتی۔ کہ مجھے کوئی دیکھے۔ یہ خدا کا خوف اور محبت دل
میں لئے عبادت الٰہی میں مشغول رہتے ہیں اور نفس کے کہنے کو نہیں مانتے۔

روزہ بڑی مقبول عبادت ہے۔ اور ظاہر باطن کی نفس کشی۔ ظاہر کھانے پینے
جماع وغیرہ منہیات کے خیالات سے رکنا۔ باطن کھانے پینے جماع ودیگر وساوسِ شیطانی
وخطرات نفسانی سے دل کو پاک رکھنا۔ صوفیوں کا قول ہے۔ الصوم نصف الطریقہ
یعنی روزہ آدھی طریقت ہے۔ یہی وہ روزہ ہے۔ کہ جسکے لئے کبھی افطار نہیں۔ آپ ہی فرماتے
ہیں۔ صوم الزاھد نھارا وصوم العارف نھارا ولیلا لا فطر لصومہ حتے
یلقے ربہ عزوجل۔ یعنی زاہد کا روزہ تو صرف دن کا ہے۔ اور عارف کا روزہ دن
اور رات کا۔ تا دوام کہ دم مرگ تک نہیں کھلتا۔ (فتح الربانی مطبوعہ مصر صفحہ ۸۱)
اسی طرح نماز بھی بظاہر چند حرکات بدنی پر مشتمل ہے۔ لیکن باطنا نیاز دل اور اخلاص

ف۔ حدیث میں ہے کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ الصوم لی وانا اجزی بہ۔ یعنی روزہ میرے لئے ہو۔ تو میں ہی اسکی جزا ہوں۔
اور یہ بھی حدیث میں ہے۔ کہ الصوم جُنۃ یعنی روزہ ڈھال ہے (عذاب سے بچنے کے لئے) تو ڈھال ہے۔

پر موسنس ہے جس شخص کا دل ہر وقت جنابِ الٰہی کیطرف مستقیم ہے - اور اُسکا کوئی دم یادسے غافل نہیں - تو ایسے قلب سلیم والا در حقیقت ہر دم نماز میں ہے - ایسی نماز کہ جس سے تازیست فارغ ہونا ہی نہیں - مگر کوئی باطن ایسا نہیں جسکا ظاہر نہو - اور ظاہر بقول صحیح کل اناءِ یترشح بما فیہ اپنے باطن کا مظہر ہے - حق تعالےٰ کو یہی پسند ہے - کہ بندہ اپنے ظاہر و باطن مُعاودنو کے ساتھہ عبادت میں مشغول رہے - اپنے ظاہر سے وقتی اور باطن سے دوامی کام لے - نہ ظاہر کو معطل رہنے دے نہ باطن کو - پہلے اپنے وقت کو صاف کرے - پہر باطن کو - وقتی قبل قلبی قد صفالی میں یہی طریق مشار الیہ ہے -

قرآنِ کریم میں پاک باطن صائمین و قائمین کی علامت یہی ہے - کہ طریقہ انیقہ محمدیہ پر ظاہر نماز و روزہ کا پابند ہو - قطبوں کے سردار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعریف میں فرماتا ہے - تراہم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود - جب تو اِن (اپنے مریدوں) کو دیکھے تو یہ تو رکوع میں نظر آتے ہیں - یا سجدہ میں - اور اِس محنت سے اُن کی غرض محض اللہ کی خوشی اور اُس کے فضل کی ہے - انکے چہرہ ہی سے پتہ لگتا ہے کہ یہ صاحبِ اخلاص و عبادت ہیں - اُن کے چہرے نورِ ایمان سے منور ہیں -

وفی ظلم اللیالی اندھیری رات میں جبکہ کوئی نہ دیکھہ سکے - خدا کی عبادت کرنا بھی ریا و شرک سے پاک اور نہایت مقبول ہے دِن کو صائم رہنا اور رات کو قائم بدینسان کہ کسی کو نہ اسکے صوم کی خبر ہو نہ قیامِ شب کی - اور با این ہر وقت کا خواہش نفسانی سے روزہ نہ کہنا - اور ہر دم نماز و نیاز میں رہنا علاماتِ مقربانِ الٰہی ہیں - اِنہیں لوگوں کے وہ دن ہیں - اور انہیں کی راتیں - جنکی حق تعالےٰ نے قسم کہائی ہے - واللیل اذا یغشیٰ

والنہار اذا تجلّے۔

مشکوٰۃ شریف کے باب الریا والسمعہ فصل ثالث صفحہ ۴۴۶ میں ایسے آدمیوں کی نسبت جو خلوتِ مصنوعی میں خلوصِ قلب سے فرائضِ الٰہی ادا کرنیوالے۔ اور خلوتِ قدرتی میں باطنی نماز روزہ ادا کرنیوالے ہیں فرمایا ہے۔ ان اللہ یحب الابرار الاتقیاء الاخفیاء الذین اذا غابوا لم یتفقدوا وان حضروا لم یدعوا ولم یقربوا قلوبہم مصابیح الھدی یخرجون من کل غبراء مظلمۃ رواہ ابن ماجہ والبیہقی فی شعب الایمان بے شبہ اللہ تعالےٰ اُن پاک اور متقی بندوں سے محبت رکھتا ہے۔ جو لوگوں سے پوشیدہ رہتے ہیں۔ اگر کئی دن تک کسی کو نظر نہ آویں۔ تو کسی کو اُنکا خیال نہیں آتا۔ اور اگر سامنے ہوں۔ تو کوئی انہیں بلاتا نہیں۔ اور نہ پاس آنے کا روادار ہے مگر اللہ کے نزدیک اُنکا درجہ ہے۔ کہ انکے دِل ہدایت کے چراغ ہیں۔ اور وہ ایسے روشن دل مٹی کی ویرانہ اور اندھیری کوٹھڑیوں میں رہتے ہیں۔ اور وہاں سے ہی نکلتے دکھائی دیتے ہیں۔

کاللآلی لآلی جمع لولو مُشَبّہ بہ ہے۔ اور رجالی (جنکی صفت سخت گرمیوں میں روزہ دار اور اندھیری راتوں میں خدا کے حضور میں دست بستہ حاضر۔ اور باین ظاہر ہردم باطنی روزہ و نماز میں مشغول رہنا) مُشَبّہ ہے۔ اور وجہ شبہ خدا کے نزدیک عظیم القدری جیسے لُولُو مخلوق کے ہاں نہایت قدر رکھتے ہیں۔ اور ظاہری و باطنی صفائے و روشنی۔ کیونکہ خدا کے نزدیک شب بیدار آدمیوں کو سچ مچ صفائی جبین اور روشنی چہرہ حاصل ہوتی ہے۔ جسکو لوگ دیکھتے ہیں۔ گو وُہ کیسا چہرہ ہو۔ اصطلاح عُباد میں اس کو حُسن عبادت و نورِ اطاعت کہتے ہیں۔

یہ صفائی خلوص و بے ریائی - اور شوق ذوق سے ملتی ہے۔ مستطرف مطبوعہ مصر کے صفحہ ، پر لکھا ہے۔ قیل للحسن ما بال المتھجدین من احسن الناس وجھا فقال انہم خلوا بالرحمن فالبسھم نورا من نورہ۔ یعنی حسن بصری سے کسی نے پوچھا۔ کہ تہجد خوانوں کے چہرہ پر ایک اس قسم کی روشنی دکھائی دیتی ہے۔ کہ وہ سب سے خوشرو نظر آتے ہیں۔ وہ کیا ہے۔ فرمایا۔ وہ اللہ کے ساتھ ہر دم خلوت میں ہوتے ہیں۔ اسلئے اُسکے نور کا رنگ اُنکے چہرہ پر چڑھ آتا ہے۔ ابوصفوان بن عوانہ کہتے ہیں۔ کہ اُس شخص سے بہت سوہنا کون ہے جو سفید کپڑا پہنے پچھلی رات چاندنی میں کھڑا ہوا نماز پڑھتا ہو۔ گویا وہ ایک نورانی فرشتہ ہے۔

ان ابیات میں حضور پیر پیران نے اپنے علوِ مقامات و سموِ درجات کے دو سبب بیان کئے ہیں۔ **ایک** وہبی (یصرفنی وحسبی ذوالجلال) **دوسرا** کسبی (درست العلم حتے صرت قطبا) اور اُن کے **اسباب** توفیقِ رب الارباب (ونلت السعد من مولی الموالی)

اب آپ ظاہر کرتے ہیں۔ کہ توفیق جسکا اشارہ ہے۔ اگرچہ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشار ہے۔ لیکن جو بات اس میں باثر اور میرا مایۂ فخر ہے۔ وہ انتساب بجناب رسالتماب ہے۔ جن سے میں منتسب ہوں۔ منسوب اگرچہ کیسا ہی غیر محسوب ہو۔ لیکن منسوب الیہ جب صاحب عزت ہو تو اُس کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ مفسرین نے وکان ابوھما صالحا کی تفسیر میں لکھا ہے۔ کہ یہ شخص ان یتیموں کی جنکے مال کی حفاظت کے لئے حضرت موسٰے و خضر کو دیوار درست کرنے کا حکم ہوا تھا۔ ساتویں پشت تہا۔ یہاں تو منسوب الیہ حبیب ہے۔ اور منسوب محبوب۔ اور نسبت کیسی نسبت۔ فرماتے ہیں۔

۲۷ أَنَا الْحَسَنِيُّ وَالْمَخْدَعُ مَقَامِي
وَأَقْدَامِي عَلٰى عُنُقِ الرِّجَالِ

ہیں (حبیبِ حق کے جگر کا گوشہ۔ امامِ مسموم۔ راکبِ دوشِ نبیؐ ابنِ علی) حسن پاک کی اولاد سے ہوں اور اُن کے ذریعہ سے مالکِ درجات وسیلہ عطیات ستیدِ کائنات علیہ وآلہ الصلوات کو ملتا ہوں۔ بلحاظ اسی نسبت کے مجھے قطبیتِ کبریٰ عطا ہوئی۔ گویا میں قطبِ (نسبتی) ہوں۔ مخدع کہ مقامِ مخصوصہ قطب ہے، وہ میرا مقام ہے۔ اور میرا قدم دوسرے قطبوں کی گردن پر ہے۔

انا الحسنی آپ اپنے والد بزرگوار کیطرف سے امام حسن علیہ السّلام کو گیارہویں پشت میں ملتے ہیں۔ آپ کے والدِ عزیز کا نام ابو صالح موسے۔ ان کے والد شریف ابو عبداللہ۔ انکے والد ماجد یحییٰ زاہد۔ انکے والد معظم محمّد۔ اُنکے والد مکرم داوٗد۔ اُن کے والد بزرگوار موسیٰ۔ اُنکے والد ممجد عبداللہ محض۔ اُنکے والد مطیب حسن مثنے۔ اُن کے والد مطہر امامِ انام حضرت حسن علیہ وعلیہم السّلام۔

اور والدہ ماجدہ کیطرف سے امام حُسَین علیہ السّلام کو چودہویں پشت میں ملتی ہیں۔ آپ کی والدہ شریفہ رضی اللہ عنہا۔ بیٹی ہیں ستید عبداللہ صومعی کی وہ بیٹے ہیں امام ابو جمال الدین ستید محمّد کے۔ وہ بیٹے ہیں امام ستید محمود کے۔ وُہ بیٹے ہیں۔ امام ستید ابوالعطا رعبداللہ کے۔ وُہ بیٹے ہیں امام ستید کمال الدین عیسٰے کے۔ وُہ بیٹے ہیں۔ امام ستید ابو علاؤالدین محمّد جواد کے۔ وہ بیٹے ہیں امام ہمام علی رضا کے۔ وہ بیٹے ہیں امام ہمام موسٰے کاظم کے۔ وہ بیٹے ہیں امام ہمام جعفر صادق کے۔ وہ بیٹے ہیں امام ہمام محمّد باقر کے۔ وُہ بیٹے ہیں امام ہمام زین العابدین کے۔ وُہ بیٹے ہیں۔ ستید الشہدا امام ہمام حسین علیہ وعلیہم السّلام۔

جناب امام حسن وجناب امام حسین علیہما السّلام کے فضائل ومناقب بیشمار ہیں

اور بے شبہ جو نسبت اُن کو جناب سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔ اور کسیکو نہیں۔ اگرچہ اُنکا اخلاص بالعمل۔ اُنکا زہد۔ ریاضت۔ طاعت۔ عبادت بھی اس درجہ کی ہے۔ کہ جس درجہ پر وہ ممتاز تھے۔ اور دوسرا کوئی کم کر سکتا ہے۔ لیکن یہ مادر زاد ہی اپنے درجہ میں فرد پیدا ہوئے۔ اور بلحاظِ نسبت بجنابِ رسالت انکو وہ منزلت حاصل ہے۔ کہ کسبی قطبیت اس سے کہیں دور پیچھے رہجاتی ہے۔ بحکم حدیث مرویہ ترمذی الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ بہشت میں سب کے (جن میں انبیاء اللہ بھی شامل ہیں) سردار ہیں۔ نبی اللہ کے خون کے سبب سے بحکم آیۂ والحقنا بہم ذریتہم الآیۃ یہ درجۂ نبوی میں شامل ہیں۔ پھر اُنکی اولاد۔ یہانتک کہ کسی اُنسے منتسب صحیح النسب کو نارِ جہنم نہ چھوئے گی۔ چنانچہ آپ نے فرمایا ہے۔ من مس دمی دمہ لم تصبہ النار یعنی جسکے خون سے میرا خون ملجاوے تو اُسے آگ نہ لگے گی۔

الحمد للہ کہ میرے پیر و مرشد قبلہ زین الفقراء سید **فقیر اللہ شاہ رضوی مشہدی** قدس اللہ سرہٗ بذریعہ اِن پاک اماموں کے جناب ختم المرسلین سے ظاہری باطنی نسبت صحیحہ سے منتسب اور آپ کا خون قطب الاقطاب حضرت موسے مبرقع کی جہت سے حضرت امام رضا علیہ السّلام سے آمیختہ ہے۔ اور مَیں گنہگار اپنے گناہوں سے شرمسار بندہ **محمد اعظم** ابن **محمد یار** بحکم حدیثِ صحیح مرویہ بخاری المرءُ مع من احبّ بذریعہ محبتِ پیر نجات از نار کا اُمیدوار ہوں ع ؎ شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا۔

امام حسن علیہ السّلام کا درجہ صوفیوں میں وُہ ہے۔ جو اُمتیوں میں کسی نبی و رسوؔل کا۔ آپ نے دُنیا کی مملکت ایک دم چھوڑ دی۔ اور ایک کسی طالب دُنیا کے حوالہ کر دی لوگوں

کے بُرا بھلا کہنے پر نفس کو ذرہ بھر جنبش نہ ہوئی۔ بلکہ اَخْتَرْتُ الْعَارَ عَلَے النَّارِ کہکر سب کو ٹالدیا۔ یہ کسقدر بہادری ہے۔ ایسی نفس کشی کوئی کرکے دکھائے تو ہے۔ اکدم تمام آدمیوں کو اپنی حکومت سے آزاد کردینا انہیں کا کام ہے۔ آپکی تبعیت میں حضرت معاویہ بن یزید بن معاویہ بن ابی سفیان نے بھی یہی حوصلہ دکھایا۔ اور آیہ کریمۂ یخرج الحیّ من المیّت کا مصداق ہوکر اپنا نام قطبوں میں درج کرایا۔ اور سعادتِ ابدی وحیاتِ جاوید کو پایا۔ انکے بعد حضرت ابراھیم ادھم شاہِ عجم نے بھی یکدم تختِ چھوڑ کر یہی کمال دکھایا۔ اور پل میں تاجِ شاہی اُتار کر الفقر فخری کا تاج پہنکر تختِ قطبیت پر جلوہ آرا ہوئے۔ لیکن بحکمِ حدیث من سنّ سنۃ حسنۃ فی الاسلام فلہ اجر مثل عاملھا اور مقولہ مقبولہ الفضل للمتقدم امام حسن علیہ السّلام کا کمال بے زوال مسلّم ہے۔ حضرت پیر قدس سرہ اسی خون سے تھے۔ اور یہی نسبت تھی۔ جو آپ کے کمال بر کمال مازال عال کا باعث تھی۔

مَخْدَعِ مقامی۔ مخدع وہ مقام ہے جہاں قطب کو تصریفِ کامل فی الوجود وفی الاشیاء عطا ہوتا ہے۔ اور افراد واصلین سے مخفی ہے۔

عَلٰی عنقِ الرجالِ۔ الرجال کا الف لام عہد ذہنی ہے۔ اور رجال سے مراد وہی مُرید جو آپ کی نظرِ توجہ اور عنایتِ الٰہی سے درجۂ قطبیت کو پہونچگئے۔ کہ اگرچہ درجہ میں قطب ہیں۔ لیکن آپکے تربیت کردہ ہیں۔ تو انکو اپنا ماتحت کہنا کیا بُرا ہے اور اس میں کیا شطحیہ ہے۔ بہجۃ الاسرار مطبوعہ میمنہ مصر ۱۳۰۴ھ کے صفحہ ۱۲ .... میں ہے۔

خبر دی ہم کو ابو محمد حسن بن ابے القاسم احمد بن محمد ابی القاسم اور خلف بن احمد بن محمد بغدادی حریمی معروف جدہ بن قوقانی قاہرہ میں ۶۶۶ھ میں اُسنے کہا خبر دی ہمکو محمد بن

دلف نے بغداد میں ۶۲۵ھ سنہ میں۔ کہا خبر دی ہمکو شیخ ابو القاسم بن ابی بکر بن احمد بن ابی السّعادات احمد بن کرم نے (جو دراصل بندلیج کے تھے۔ اور مسکن انکا ازج تہا) بغداد میں ۵۹۳ سنہ میں۔ کہا کہ مینے شیخ خلیفہ کو (جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری والے تھے۔) کہتے ہوئے سنا۔ کہ ایک دفعہ مینے خواب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیخدمت میں عرض کیا۔ کہ شیخ عبد القادر جیلانی کہتے ہیں۔ کہ میرا قدم سب ولیونکی گردن پر ہے فرمایا سچ کہا ہے۔ اور وہ کیوں نہ کہے وہ قطب ہے۔ وہ میرا پرورش کردہ اور میری اسپر مہربانی ہے۔

آپ نے اقدامی علے عنق الرجال۔ اسلئے کہا ہے کہ آپ کے اجداد وہ ہیں جن کو لوگوں نے اپنے سر پر اُٹھایا۔ اور اُنکو اپنا سردار بنایا۔ اور اُن کے زیرِ فرمان ہوئے۔ تو جب آپ کے اجداد جو ہر بلاد میں اکابرِ زُہّاد و اعاظمِ عُبّاد و صاحبِ ارشاد گذرے ہیں۔ اور آپ کا بھی وہی علم و عمل ہے۔ تو لوگ آپکے بھی ویسے ہی تابعدار و فرمانبردار ہیں۔ گویا زیرِ قدم ہیں۔ **مجازاً** رجال کی گردنوں پر پیر رکھنا یہی ہے۔

آپ نے نسبتِ مذکورہ بالا کے اظہار کے لئے اپنا حسنی ہونا بیان کیا پر چونکہ حسنی دنیا میں بہت ہیں۔ اسلئے کشف ابہام کیلئے توضیحاً فرماتے ہیں۔ کہ وہ حسنی

۲۸	اَنَا الْجِیْلِیُّ مُحْیِ الدِّیْنِ اِسْمِیْ وَاَعْلَامِیْ[۱] عَلٰی رَاْسِ الْجِبَالِ

[۱] یہ جملہ تمثیلی ہے۔ بیان ظہور کے لئے۔ ۱۲

مَیں ہوں جیل کا۔ اور محی الدین میرا نام ہے اور میرے اقبال کے جھنڈے پہاڑوں پر لہرا رہے ہیں۔

جیل کنارۂ دریائے دجلہ پر ایک گاؤں ہے۔ جو بغداد شریف سے ایک دن کی مسافت اس راستہ پر واقع ہے۔ جو واسط کو جاتا ہے۔ آپ اسی گاؤں میں رمضان شریف کی پہلی تاریخ سنہ ۴۷۱ھ میں پیدا ہوئے۔ اُسدن کی رات بادلوں میں چاند دکھائی نہ دی۔ آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں۔ کہ مَیں نے ہر چند آپکو دودھ دینے کی کوشش کی۔ لیکن نہ پیا۔ بعد غروبِ آفتاب پینے سے ثابت ہوا۔ کہ آج روزہ تھا سنہ ۴۸۸ہجری میں آپ بغداد شریف میں تشریف لائے۔ اور سنہ ۵۶۱ھ میں بعمر ۹۱ سال درجۂ فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر پایا۔ کسی نے عربی بیت میں آپکی تاریخ تولد و عمر بیان کی ہے۔ ؎ ان باز الله سلطان الرجال۔ جاء فی عشق ومات فی کمال۔ اور فارسی میں لکھی ہے۔ ؎

سنینش کامل و عاشق تولد وفاتش واں زمعشوقِ الٰہی

دین کا زندہ کرنیوالا۔ دین تو اعتقاد و اعمال کا نام ہے۔ اس کا مرنا لوگوں کا عقائدِ حقہ اور اعمالِ صالحہ کو چھوڑ دینا۔ اور ترکِ انصاف و عدالت ہی + اور اسلام کی کمی بیشی۔ مُردگی و افسردگی۔ زندگی و پائندگی مسلمانوں کی بُری یا بھلی حالت پر ہے۔ ورنہ دین کی ذات میں کچھ تغیر و تبدل نہیں جس زمانہ میں لوگ شرک و بدعت کے کاموں میں شاغل اور دینی کاموں سے غافل ہوں۔ تو عام محاورہ میں دین کو مُردہ کہتے ہیں۔ اور جب خدا کی یاد اور عمل بتوحید۔ ترکِ بدعت و عمل بسنت ہو تو دین کو زندہ کہتے ہیں۔ اس زمانہ میں۔ جبکہ آپ بغداد میں تشریف لائے۔ بباعثِ جور و ستم و عیش

پسندی خلفائے عباسیہ بمصداق مقولہ اَلنَّاسُ عَلیٰ دِیْنِ مُلُوْکِہِمْ عام لوگوں کی اسلامی حالت اچھی نہ تھی۔ اسلئے آپنے دفع شرک وبدعت واشاعتِ توحید وسنت میں بہت کوشش کی۔ اور ظاہری وباطنی طاقت سے کام لیکر لوگوں کے لئے راہِ دینِ حق صاف کردیا۔ اسلئے دیندار آپکو محی الدین کہا کرتے تھے۔ جیسا کہ اصحاب ظواہر بغوی کو محی السنت کہتے ہیں۔

چونکہ ہر ایک عمل صالحہ خدا کے نزدیک متصوّر ہے۔ اور پاک باطن روشنضمیر آدمیوں کو کسی چیز کی موجودہ صورت دکہائی جاتی ہے۔ اور اگر وہ قابل اصلاح ہے۔ تو انہیں کو مستعد کیا جاتا ہے۔ اسلئے ایک دفعہ کا واقعہ ہے۔ کہ آپ بغداد شریف میں بغرض ادائے نماز جمعہ جامع مسجد کو تشریف لیجا رہے تھے۔ راستہ میں ایک نحیف ومتغیر اللون شخص کو زمین پر پڑا پایا۔ جب آپ اُس کے قریب آئے۔ تو اُس نے کہا مجھے اُٹھاکر سیدھا کھڑا کردیجئے۔ آپنے کردیا۔ دیکھتے دیکھتے وہ تازہ وتوانا ہوگیا۔ آپنے پوچھا تو کون ہے۔ کہا میں ہوں دین۔ مسلمانوں کی لاپرواہی سے میرا یہ حال ہوچکا تھا۔ اب میں آپ کے ہاتھوں تازہ ہوا۔ آپ مسجد میں تشریف لے گئے۔ جو آپ کو دیکھتا۔ محی الدین کہہ کر پکارتا۔

اسمی میں اسم یہاں معنی معروف پر نہیں۔ بلکہ یہاں اسم معنے وجودی کی مراد ہی۔ کیونکہ اسم دو قسم ہے۔ ۱۔ اسم عین ۲۔ اسم معنی۔ اسم عین دال ہے اپنے اُن معنی پر کہ اُسکی ذات سے قائم ہوں۔ جیسے زید۔ اور اسم معنے وہ ہی۔ جو اپنی ذات میں قائم نہو۔ خواہ معنی اُسکے وجودی ہوں۔ جیسے عالم۔ یا عدمی ہوں۔ جیسے جاہل۔ یہاں آپکو اپنا ایک وصفی نام جتانا منظور ہے۔ جس سے آپ کا کمال اور باعثِ کمال خدمتِ اسلام بوجہ اتم ثابت ہو۔

حُسنی کہنے سے بھی آپکی یہی غرض کہ میرے اجداد نے باقامت الحجج القاطعۃ علی حقیۃ الاسلام دین کو زندہ کیا۔ اور جدِ اوسط امام حسنؓ پاک نے محض اسلام کے زندہ رہنے کیخاطر سُنتِ نفس کشی کو زندہ کیا۔ اُسی طرح مینے بھی کیا۔ کیونکہ وہی اثر میرے وجود میں ہے۔ اور میں اس کا استحقاق رکھتا ہوں کہ مجھے مُحی الدین کہا جائے۔ یہ تو میرا وصفی نام ہے۔ اور میرا عینی نام

۲۹ وَعَبْدُ الْقَادِرِ الْمَشْهُوْرُ اِسْمِیْ
وَجَدِّیْ صَاحِبُ الْعَیْنِ الْکَمَالِ

عبدالقادر ہی۔ اور جدِ پاک مالکِ لولاک مُورِدِ ما ارسلناک محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ جو چشمۂ جمیع کمال ہیں۔ والحمد للہ علےٰ ذٰلک نحمدہ حمد الشاکرین ✦

۱۳/۱۴

وَنُصَلِّی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَبَدًا اَبَدًا اٰبَادًا بِہٖ وَعَلٰی اٰلِہٖ الطَّاہِرِیْنَ وَاَصْحَابِہٖ وَاَحْبَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

وھذا ما کنت اقصدہ وما قصدت من القصیدۃ الا المقصود ہو معبودی ومسجودی

قطعہ تاریخ ختم شرح قصیدہ غوثیہ از خاکسار شارح غفرلہ ولوالدیہ

شرحِ قصیدہ غوثیہ جسکی نہیں کچھ رِیس حرفی صورت ساتھ سب کے دی شکل جُدا	ختم ہوئی الہام کی میرے ایک انیس ایک ہزار اور تین سو۔ گیارہ ملو۔ بائیس

۱۰۰ ۳۰۰ ۲۲ — ۱۳۴۲
۲۳۳ ۲۰۴ ۵۳۲ ۲۳۶ ۵۶ ۶۳ — ۱۳۴۲

عددی شکل (۱) ہی۔ جدا کر دیے ۱۳۴۲ ہوا

تمت

کتبہٗ بندہ آثم محمد عالم گمٹیالوی

عِندَ ذِکرِ الصّٰلِحِینَ تَنزِلُ الرَّحمَۃُ

شجرہ قادریہ

۱۳۵۰ھ

نوشاہیہ وہابیہ

نوٹ

جوابیات جلی قلم سے درج ہیں۔ وہ عالی جناب تقدس مآب قبلہ سید العارفین قطب الواصلین سیدنا و مرشدنا حضرت سید فقیر اللہ شاہ صاحب قدس سرہٗ کی زبانِ فیض ترجمان سے ہیں۔ اور باقی کو نیازمند بارگاہِ الٰہی خاکسار بندہ محمدؐ اعظم نے ملا کر شجرہ پورا کر دیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یارب سائیاں قدرت تیری
بحر حقائق وچوں بخشیں
جو در تیرے اُتے آیا۔
اُس نوں ہرگز کدی نہ رہندا
تیرے باہجوں کتوں جاواں
تجھ بن کون پھڑے ہتھ سائیاں
تیرے باہجوں ہور نہ کوئی
اپنے پاک حبیبؐ دا صدقہ
اول نور نبیؐ دا پیدا
اصل وجود کہو ہر شے دا
کُرسی عرش ملائک سارے
روشن ہوئے نور نبیؐ تھوں
ختم نبیاں مرسل کامل
سب نبیاں تھیں اعلیٰ اشرف
پاک محمدؐ اسم معظم
وچ قرآن گواہی جیندی
خاص رسولؐ پیارا رب دا
ہادی کامل عجم عرب دا

عرض قبول کریں توں میری
قطرہ اِک حمّاری دا
بہرہ فضل کرم دا پایا
ہول حشر دی خواری دا
مَیں مسکین غریب نتھاواں
مَیں جیہی اوگنہاری دا
رکتے نہ رلدی مینوں ڈھوئی
بخش لئیں مَیں ہاری دا
رہتر قدیمی ہویا ہویدا
چشمہ فیض غفاری دا
لوح قلم چن سورج تارے
جلوہ ذات دساری دا
علم لدنی دے اوہ عامل
رہبر امت ساری دا
صلی اللہ علیہ وسلم
مظہر نور ستاری دا
روز قیامت شافع سب دا
مالک عظمت بھاری دا

واہ واہ پاک رسولؐ الٰہی
خاطر اُس دی ہر شے پیدا
تاج لولاک خُدا پہنایا
ہر دم رکھ دا فکر دلے وچ
جتنے مرسل نبی خدا دے
سب تھوں اعلیٰ شان محمدؐ
حضرت رحمت جمل جہاناں
غرق ہویاں نوں وچ گمراہی
آپ اللہ محبوب بلایا
یا حبیبی یا حبیبی
پھیر علیؑ تھوں میں جند واراں
لاج رکھے جس پھڑ دا باہوں
شاہ ولایت علیؑ بہادر
بعد نبیؐ دے ملی امامت
نبیؐ علیؑ وچ فرق نہ کوئی
انفسنا تے لحمک لحمی
علیؑ علیؑ اوہ مرد یگانہ
جو کوئی اُس دا منکر ہووے
دو فرزند علیؑ دے خاصے
بی بی فاطمہ دے اوہ جائے
پاک نبیؐ نے ایہہ فرمایا

دو جگ دے وچ جسدی شاہی
گُل پسار پساری دا
تخت رسالت چا بٹھلایا
امت دی غمخواریدا
آہے صاحب نور ہُدائے دے
فضل ہویا تس باری دا
برکت وچ زمین آسماناں
باہوں پھڑ پھڑ تاری دا
سد کے اپنا آپ دکھایا
شب معراج پکاری دا
جیہڑا اساڈیاں لیندا ساراں
در حجرہ ہے مختاری دا
فتح کیتا جس زوریں خیبر
صاحب منصب بھاری دا
خبر قرآن حدیثوں ہوئی
جس دی شان پکاریدا
مُرشد وقت امام زمانہ
دوزخ وچ دُرکاری دا
پیغمبرؐ دے ہین نواسے
حکم جنہاں سرداری دا
زہر نصیب حسنؑ دے آیا

سبزی گرگ ظہور بدن تے
شاہ شہیداں پیر طریقت
خاص امین رسول اللہ دا
کربل وچ شہادت پاوے
سنے عیال اطفال غلاماں
حضرت شاہ حسینؑ زبانی
دے اجازت زین عبانوں
برحق محمد باقر جانو
او گنہاراں نوں بخشاوے
امام محمد جعفر صادق
ہر مذہب دا پیر طریقت
امام محمد موسیٰ کاظم
اہلاں پاک نبیؐ دیاں وچوں
علی رضا محبوب الٰہی
شاہنشاہ بھی چاکر اُس دے
پھر حضرت معروف پیارا
کرخ اندر آ ڈیرا لایا
عارف کامل سرّی سقطی
اللہ والا راہ دکھاوے
شاہ جنید ولی بغدادی
شرک کفر دیاں ڈھاہ بنائیں

ہووگ وقت تیاری دا
راہبر کامل راہ حقیقت
واقف سِر اسراریدا
پاک محمد ایہہ فرماوے
بے رحمی کر ماری دا
علم لدنی راز نہانی
رکھن قدم سواریدا
پنجواں ایہہ امام پچھانو
چشمہ فیض غفاری دا
عالی جس دا نانک دادک
ہادی امت ساریدا
تابعداری جس دی لازم
صاحب عظمت بھاری دا
سب ولیاں دا پشت پناہی
سر قدماں تھوں واری دا
ولیاں دے وچ روشن تارا
صاحب رمز نیاری دا
دور کریندا دل دی سختی
جنت دی حق داری دا
راہ وحدت دا ساڈا ہادی
کوٹ توحید اُساری دا

جعفر شبلی عارف نامی
جس دل نظر عنایت کردا
عارف رب دا عبدالواحِد
صاحب صدق اخلاص صفائیؔ
شیخ ابوالفرح طرطوسی
جس توں باہوں پکڑ اٹھاوے
ابو حسَن علی القرشی
مزہ لیا ہر طالب حق نے
حضرت ابوسعید مبارک
سر تے سوہنا تاج سہاوے
غوث الاعظم عبدالقادِر
دوہیں جہانیں روشن ناواں
صفت کراں کی شاہ جیلانی
دیون فیض مریداں تائیں
سب قطباں تھیں درجہ اعلیٰ
عمل قرآن حدیثاں اُتے
روشن وِچ جہان تمامی
سر تے تاج الفقر فخری
پیر پیراں دے وارے وارے
اپنے لڑ لگیاں دا ہر دم
سیف الدین جناب معلیٰؒ

کرن فرشتے آن سلامی
دو جگ دے وِچ تاری دا
ولی مکمّل عابد زاہد
جلوہ نور انواری دا
منکر جس دا ہے منحوسی
پھر اوہ رکتے نہ ہاری دا
مُن دے جس نوں عرشی فرشی
فیضوں چشمہ جاری دا
رُتبہ دِتا رب تبارک
عالم دی سرداری دا
وِچ حضور الٰہی حاضر
محی الدین پکاری دا
نور ولایت وِچ پیشانی
جو طالب درباری دا
دین دنی دا فخر کمالا
محرم سِرّ اسراری دا
محبوبی دا لقب گرامی
ولیاں دی سرداری دا
جس نے ڈبے بیڑے تارے
فکر رکھے دل داری دا
رہندے ہر دم وِچ تجلیؒ

سید عبدوہاب محمدؒ
ابو صالح اوہ عارف کامل
دین دی وچ عزت پائی
مُرشد کامل سید صُوفی
صاحب کشف کرامت ہویا
احمدؒ ابوالعباس سے پیتا
مست الست کرے آوازہ
دھن سید مسعود محمدؒ
ولیاں دے وچ صاحب رتبہ
سید علیؒ ابوالحسن دا
سر سجدے وچ نال نیازے
سید میر مقرب رب دا
سایہ نور رسول اللہ دا
سید شمس الدین گرامی
مے وحدت دا ساغر پی کے
شاہ محمدؒ غوث جو جلبی
کیتے طے منازل سارے
شاہ مبارک عالی پایہ
وچ عبادت شام صباحیں
شاہ سید معروف مکرم
ذکر الٰہی اندر رہندے

قطباں وچ پکاری دا
زاھد عابد عالم عامل
درجہ شکر گزاری دا
نال عنایت خاص رؤفی
صدقہ شاہ ابراری دا
جام توحید صفی تھوں لیتا
ہُو ہُو ہُو پُکاری دا
نسباً حسباً اشرف امجد
اک نظرے جگ تاری دا
رب تعالےٰ کیہا من دا
منگن فضل غفاری دا
جس نوں تاج فقیری پھبدا
خاصاں وِچ شماری دا
ولیاندے وچ عارف نامی
ہویا مست خماری دا
جاری سب لطائف قلبی
پایا سِرّ اسراری دا
جس دے اُتے رب دا سایہ
نال اخلاص گزاری دا
ولیاں وچ مقبول معظم
شاغل لیل نہاری دا

حضرت سخی سلیماں نوری
دیندے سبق توحید مریداں
پھیر محمدؐ نوشاہ حاجی
طالب حق جو بن کر آوے
پیر محمدؐ سچ پچھاتا
اللہ والا راہ دکھائے
حضرت سید حافظ قائم
پڑھن کلام الٰہی دائم
محمدؐ عبد غفور کمالی
پاون خیر محتاجاں تائیں
سید صدرالدین معلی
صدر نشین مجالس نوری
سید احمد شاہ حضوری
اصل فقیر پیارا رب دا
پیر فقیر اللہ شاہ ہادی
جیہڑا صدقوں قدمیں لگے
بدو ملھی اندر ڈیرا
رحمت روح مبارک اُتے

رہندے ہر دم وچ حضوری
دُوئی دا بی ماری دا
بحر ضلالت وچوں ناجی
نظر عنایت تاری دا
سچ سچیار تے سچ کر جاتا
فیض جناب غفاری دا
زاہد عابد عالم صائم
شاکر نعمت باری دا
جالندھر وچ روضہ عالی
جو در آء پکاری دا
دھو دلاں نوں کرن مجلی
ثمرہ نیکو کاری دا
ظاہر باطن نور و نوری
ولیاں وچ نتاری دا
سیداں اندر سید عادی
فضل ربے تھوں تاری دا
روز قیامت تیک بسیرا
فضل خدا وند باری دا

تمت بالخیر

فائدہ

حضرت جناب محبوب سبحانی سید محی الدین ابو محمدؐ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ۔ صاحب سلسلہ قادریہ نے فرمایا ہے۔ کہ جس پیر میں یہ پانچ باتیں نہ پائی جائیں۔ وہ اِس قابل نہیں۔ کہ کسی کو اپنی بیعت میں لاوے اور پیر بنے۔ وہ پانچ باتیں آپ نے اِن بیتوں میں نظم فرمائی ہیں۔

اِذَالَمْ یَکُنْ فِی الشَّیْخِ خَمْسُ فَوَائِدٍ وَاِلَّا فَدَجَّالٌ یَقُوْدُ اِلَی الْجَھْل

عَلِیْمٌ بِاَحْکَامِ الشَّرِیْعَۃِ ظَاھِرًا وَیَبْحَثُ عَنْ عِلْمِ الْحَقِیْقَۃِ عَنْ اَصْل

وَیُظْھِرُ لِلْوُرَّادِ بِالْبِشْرِ وَالْقِرٰی وَیَخْضَعُ لِلْمِسْکِیْنِ بِالْقَوْلِ وَالْفِعْل

فَذَاکَ ھُوَالشَّیْخُ الْمُعَظَّمُ قَدْرُہٗ عَلِیْمٌ بِاَحْکَامِ الْحَرَامِ مِنَ الْحِلّ

یُھَذِّبُ طُلَّابَ الطَّرِیْقِ وَنَفْسَہٗ مُھَذَّبَۃً مِنْ قَبْلِ ذُوْکَرَمٍ کُلِّی

یعنی جس میں یہ پانچ باتیں پائی جائیں۔ اُسے مرشد پکڑنا چاہیئے۔ (۱) احکام شریعت کا پورا پورا واقف ہو۔ (۲) اصلِ حقیقت کا عالم ہو۔ (۳) جو کوئی اُس کے پاس جائے۔ تو اس کی کشادہ دلی اور کشادہ پیشانی سے (تا بمقدورِ خود) خدمت کرے۔ اور مسکین کی فعل اور قول سے بانکساری تمام دلداری کرے۔ (۴) حلال و حرام کو جانتا ہو (۵) اپنے آپ کو مہذب بنائے۔ اور مرید کے حال کا نگرانِ حال رہ کر اُسے راہِ حق پر چلائے۔

محمد یعقوب خاں سہروردی

تصوف اور اردو ادب کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ

انتخاب گنج شریف

از حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادری قدس سرہ

مرتب : سید شریف احمد شرافت نوشاہی مدظلہ

اس نادر کتاب کے بارے میں ڈاکٹر سید عبداللہ تحریر کرتے ہیں -

"گنج شریف کے مل جانے سے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اردو شاعری پنجاب میں دکن کے بعد نہیں شروع ہوئی اس کے ساتھ ساتھ شروع ہوئی ہے - بلکہ یوں سمجھئے کہ اس سے بھی پہلے - کیونکہ گنج شریف میں محمد قلی قطب شاہ کے کلام کے مقابلے میں زیادہ پختہ اور ترقی یافتہ زبان کے نمونے موجود ہیں -

اردو کلام کے اوزان پچیس ہیں - فارسی ہندی اور پنجابی کی بحریں استعمال ہوئی ہیں -

اس میں شاعر نے جا بجا تخلص استعمال کیا ہے - اس کا مطلب یہ ہوا کہ گنج شریف نے پروفیسر شیرانی کی تحقیق کے معیار سے بھی قدیم ترین سرمایہ اردو کی نشاندھی کی ہے -

اردو کا اولین گھر یہی خطۂ پنجاب تھا - اور گنج شریف نے اس حقیقت کی توثیق کر دی ہے جس کی تردید نہیں ہو سکتی"

قیمت : 27 . 00

ملنے کا پتہ: (۱) دارالمورخین - گیلانی سٹریٹ ، منور عزیز پارک ، چاہ میراں لاہور -

(۲) ادارہ نوشاہیہ اعظمیہ - نوشاہی منزل، بازار نوشہ پیر